بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بعد حمد و صلوۃ کے شائقین تلاوت قرآن کو معلوم ہو کہ معتبر تفسیروں کی روایتوں کے موافق اکثر علما کے نزدیک قرآن شریف کی قرات سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم کا پڑھنا سنت ہے جسکے معنے شیطان مردود کی ہر طرح کی برائی سے اللہ کی پناہ میں آنے کی التجا کے ہیں۔ اِس بات پر تو سب علما کا اتفاق ہے کہ سورۂ نمل کی آیتوں میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں جو بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے وہ قرآن شریف کی ایک آیت ہے لیکن الحمد کی یا کسی اور سورہ کی آیتوں میں سے بسم اللہ الرحمن الرحیم ایک آیہ ہے یا نہیں اسمیں سلف کا اختلاف ہے اور حدیثیں دونوں جانب ہیں مگر نماز میں تکبیر اور سورۂ فاتحہ کے مابین پکار کر بسم اللہ نہ پڑھنے کی حدیثیں زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہیں سورۂ فاتحہ کے اور سورتوں کی بحث اُسکے باب میں حضرت عبداللہ بن عباس سے ابوداؤد میں بسند صحیح جو روایۃ ہے اُسکا حاصل اسیقدر ہے کہ قرآن شریف کے نازل ہونے کے وقت ایک سورہ کا ختم اور دوسری سورہ کا شروع معلوم ہو جانے کی غرض سے بسم اللہ نازل ہوا کرتی تھی۔ سورۂ فاتحہ کے مکی یا مدنی ہونے میں سلف کا اختلاف ہے لیکن صحیح قول یہی ہے کہ یہ سورہ مکی ہے۔ اِس سورہ سے قرآن شریف کی کتابت شروع ہوتی ہے اور عربی میں افتتاح کے معنی شروع کے ہیں۔ اِس لئے اِس سورۃ کو فاتحہ کہتے ہیں۔ اِس سورۃ کے نام اور بھی حدیث میں آئے ہیں مگر یہ نام زیادہ مشہور ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کے مصحف میں فاتحہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس یہ تین سورتیں نہیں ہیں کیونکہ وہ ان کو قرآن شریف کی سورتیں شمار نہیں کرتے۔ مگر اور سب صحابہ اسکے مخالف ہیں۔ صحیح مسلم اور نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک دن حضرت جبرئیل آنحضرت صلعم کے پاس بیٹھے تھے کہ یکایک انہوں نے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھا اور یہ کہا کہ آج آسمان کا وہ ایک دروازہ کھلا ہے جو کبھی اس سے پہلے کبھی نہیں کھلا تھا۔ اتنے میں ایک فرشتہ آنحضرت صلعم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ کو سورۂ فاتحہ اور آمن الرسول سے سورہ کے آخر تک ان آیتوں کے نازل ہونے کی خوشخبری سنانے آیا ہوں کہ یہ آیتیں ایسے دو نور کے ہیں کہ آپ سے پہلے کسی نبی پر نازل نہیں ہوئے۔ اِس سورہ کے اور بھی بہت سے فضائل حدیث شریف میں آئے ہیں +

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ

سب تعریف اللہ کو ہے جو صاحب سارے جہان کا بہت ہی مہربان نہایت ہی رحم والا مالک انصاف کے دن کا تجھی کو ہم بندگی کریں اور

اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ

تجھی سے مدد چاہیں چلا ہم کو راہ سیدھی راہ اُن کی جن پر تو نے فضل کیا

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

نہ جن پر غصہ ہوا　　　　اور نہ بہکنے والے

الحمد للہ حمد کے معنی زبان سے تعریف کرنے کے ہیں۔ اللہ تعالی نے یہ الفاظ نازل فرماکر اپنے بندوں کو سکھایا ہی کہ وہ اللہ تعالی کی تعریف اس طرح کیا کریں رب العالمین رب اللہ تعالی کے ناموں میں سے ایک نام ہی جسکے معنی مربّی کے ہیں یہ لفظ سوائے اللہ تعالی کے کسی مخلوق کی شان میں بغیر نسبت و اضافہ کے نہیں استعمال کیا جاسکتا۔ ہاں مخلوق کی زبان میں اضافہ کے ساتھ استعمال ہوسکتا ہی۔ مثلاً رب الدار کہہ سکتے ہیں جسکے معنے گھر کے مالک کے ہونگے العالمین عالم کی جمع ہی۔ اللہ تعالی کی ذات کے سوا سب مخلوقات کو عالم کہتے ہیں۔ آسمان زمین کی آبادی جنگل و دریا میں اللہ تعالی کی طرح طرح کی مخلوقات ہے جن سب کا مربی اور معبود اللہ تعالی ہی۔ اس لئے لفظ عالم کو جو خود جمع ہی پھر جمع کر کے فرمایا۔ الرحمن الرحیم صاحب رحمت کے معنوں میں یہ دونوں اللہ تعالی کے نام ہیں مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کسی چیز کا مالک وہ کہلاتا ہی جسکو اُس چیز میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار ہو۔ قیامت کے دن ہر طرح کی جزا و سزا کا اختیار خاص اللہ تعالے کی ذات کو ہی۔ اسواسطے اپنے آپ کو اُس دن کا مالک فرمایا۔ ایاک نعبد شروع سورہ سے یہاں تک حمد و ثنا کا ذکر تھا اور حمد و ثنا ممدوح کی غائبانہ حالت میں اعلےٰ درجہ کی حمد و ثنا کہلاتی ہی اسلئے یہاں تک غائب کے صیغے تھے۔ اس آیۃ سے دُعا کی حالت شروع ہوئی اور دُعا میں حاضری مناسب ہی اسواسطے اللہ تعالی نے طرز کلام کو بدل دیا ایاک نعبد کے معنے [illegible] کے موافق یہ ہوئے کہ یا اللہ سوا تیری ذات کے اور کسی کی عبادت ہم نہیں کرتے کیونکہ تو نے ہی ہمکو پیدا کیا اللہ تیری [illegible] ہی ہدایت سے ہم کو عبادت کی توفیق ہوئی وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اور یا اللہ ہماری قابل قبول عبادت میں شیطان کا وسوسہ اور خواہش نفسانی ہر طرح سے حارج ہے۔ اس لئے ہم تیری ذات پاک سے قابل قبول عبادت کے ادا ہونے کی مدد چاہتے ہیں کیونکہ جس عبادت میں وسوسۂ شیطانی کا دخل ہوگا اُس میں نمایش اور ریاکاری کا اور جس عبادت میں خواہش نفسانی ہوگی اُس میں بدعت کا اندیشہ ہی اور عبادت کا یہ اندیشہ اور نقصان بغیر تیری مدد کے رفع نہیں ہوسکتا اھدنا الصراط المستقیم مسند امام احمد اور مستدرک حاکم میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود سے بسند معتبر روایۃ ہی جس میں خود صاحب وحی صلعم نے لفظ صراط مستقیم کی تفسیر میں فرمایا ہی کہ صراط مستقیم۔ اسلام ہی۔ اسلئے اب کسی دوسری تفسیر کی ضرورت نہیں۔ اس تفسیر کی بنا پر آخر سورہ تک کی دعا کا حاصل یہ ہے کہ یا اللہ جس طرح تو نے اپنے فضل سے ہم کو اسلام کے راستہ پر لگایا ہی اسی طرح تا قیامت ہم کو اسی رستہ پر ثابت قدم رکھ کیونکہ یہ رستہ انبیاء اور ایسے کامل دینداروں کا ہی جن پر تو نے اپنی طرح طرح کی دین کی نعمتیں ختم کی ہیں اور پچھلے امتوں کے جو لوگ راہ راست سے بہک گئے ہیں اور اُن کی اسی گمراہی کے سبب سے تو اُن سے ناراض اور اُن پر تیرا غصہ ہی اُن کی چال اور روش سے ہمکو بچا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ الذین انعمت علیہم حضرت موسیٰ اور حضرت عیسٰے کی امت میں کے وہ لوگ ہیں جو اپنے دین پر قائم رہے۔ مسلم وغیرہ کی صحیح حدیث

کے موافق سورۂ فاتحہ کے ختم کے بعد آمین کا کہنا سنت ہے۔ امام مالک شافعی اور امام احمد کے نزدیک سورۂ فاتحہ
کا پڑھنا نماز کا ایک رکن ہے۔ بغیر اسکے انکے نزدیک نماز نہیں ہوتی۔ امام ابو حنیفہ رح اسکے مخالف ہیں۔ دلیلیں جانبین کے
مذہب کی فقہ کی کتابوں میں ہیں۔ اس سورہ کی اول کی آیتوں میں اللہ تعالی کی تعریف اور آخر کی آیتوں میں بندوں
کی طرف سے بارگاہ الٰہی میں دعا ہے اسیواسطے حدیث قدسی میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ مجھ میں اور میرے بندوں میں اس سورۃ کی نصفا
نصفی کی تقسیم ہے۔ صحیحین میں جو حدیثیں ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ امام مقتدی منفرد کسی کی نماز بغیر سورہ فاتحہ کے پڑھنے کے نہیں ہوتی +

سورۂ بقر

یہ سورہ مدنی ہے۔ ہاں اس میں کی ایک آیت وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللّٰهِ حجۃ الوداع کے زمانہ میں نازل ہوئی
ہے اور یہ پہلی سورہ ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ آگے اس سورہ میں ایک گائے کا قصہ آویگا۔ اسلئے اس سورہ کا نام
سورۂ بقر ہے۔ بقر عربی میں گائے کو کہتے ہیں۔ اکثر آیتیں قرآن شریف کی آنحضرت کے زمانہ سفر حج کے اور زمانہ سفر جہاد میں
بھی نازل ہوئی ہیں۔ لیکن آیات مکی اور مدنی میں اکثر مفسرین کے نزدیک یہ ایک اصطلاح قرار پاگئی ہے کہ جو حصہ قرآن شریف
کا ہجرت سے پہلے اترا ہے اسکو مکی اور جو ہجرت کے بعد اترا ہے اسکو مدنی کہتے ہیں۔ صحیح حدیثوں میں سورۂ بقر اور سورۂ آل
عمران کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ یہ دونوں سورتیں اپنے پڑھنے والے پر حشر کے دن سایہ کرینگی اور آنحضرت
صلعم فرمایا کرتے تھے کہ سورۂ بقر پڑھا کرو کہ اسکا پڑھنا موجب برکت اور نہ پڑھنا موجب حسرت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب عقبی
میں اسکے پڑھنے والوں کو بلند درجہ ملیگا تو اسکا نہ پڑھنے والا حسرت سے پچھتاویگا کہ ہائے میں نے اسکو کیوں نہ پڑھا۔ سوا
اسکے اور بھی فضائل ہیں جو بڑی تفسیروں میں ہیں +

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

اس کتاب میں کچھ شک نہیں

ق ن ص الم طس حم یہ سب حروف مقطعات کہلاتے ہیں ان کی تفسیر میں خلفاء اربعہ اور سلف کا
یہی قول ہے کہ مثل آیات متشابہات کے جن کا ذکر آگے آویگا ان حروف مقطعات کے معنی اور نازل فرمانے کا مطلب خدا
ہی کو خوب معلوم ہے۔ نماز روزہ حج زکوۃ اور احکام کی آیتوں کے معنی صاف ہیں لیکن یہ متشابہات آیتیں احکام کی آیتوں
کے علاوہ ہیں۔ مشرکین مکہ ان متشابہات آیتوں کے معنی بتانے سے بھی باوجود اہل زبان ہونیکے عاجز آگئے۔ اس لئے یہ
بھی قرآن شریف کا ایک معجزہ ہے۔ ان آیتوں کا ذکر سورۂ آل عمران میں تفصیل سے آویگا۔ غرض حروف مقطعات آیات متشابہات
عبادات حج میں شیطانوں کو کنکریاں مارنا وغیرہ دین میں اطاعت الٰہی آزمانے کی باتیں ہیں۔ مسلمان آدمی کو ان میں سوا
اطاعت الٰہی بجالانے کے زیادہ بحث کی کیا ضرورت ہے۔ ہجرت سے پہلے قرآن شریف کا جو حصہ مکہ میں نازل ہوا اسکی فصاحت
و بلاغت نے اہل مکہ کو قائل کردیا۔ دس برس تک ایک چھوٹی سی سورہ بھی قرآن کے مقابلہ میں بناکر وہ پیش نہ کرسکے اور

توراۃ و انجیل کے تو اکثر مضمون قرآن شریف میں موجود ہیں۔ اور قرآن شریف کے اکثر مضمون اُن کتابوں میں جس کا مطلب یہ ہوا کہ کتاب الٰہی ہونے میں ایک دوسرے کا گواہ ہی۔ اسی واسطے اہل مکہ اور اہل کتاب سب کو مخاطب کرکے خداتعالیٰ نے فرمایا کہ ان دونوں گروہ میں سے کسی شخص کو اس بات میں شک و شبہ کرنے کا کوئی موقع باقی نہیں ہی کہ یہ قرآن کتاب الٰہی ہی۔ اور محمد صلعم نبی آخرالزمان ہیں کیونکہ نبی امی پر یہ قرآن نازل ہوا ہی اور باتیں اِس قرآن میں وہ ہیں کہ امی شخص تو درکنار اہل کتاب بھی بغیر وحی آسمانی کی مدد کے ہرگز وہ باتیں نہیں کہہ سکتے۔ تو اب اس میں کیا شک باقی رہا کہ قرآن معجزہ نبوی ہی اور محمد صلعم نبی ہیں۔ بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہر ایک نبی کی امت کے ایمان لانے کے موافق ہر نبی کو معجزہ خداتعالیٰ کی طرف سے دیا گیا ہی اور مجھ کو قرآن شریف کا ایک معجزہ ایسا دیا گیا ہی جس سے مجھکو امید ہی کہ قیامت کے دن میرے پیروی کرنے والے سب سے زیادہ ہونگے۔ الغرض انسان تو انسان جنات کا اِس قرآن کو سنکر اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْۤ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ترجمہ ہمنے سنا ہی ایک قرآن عجب سمجھاتا ہی نیک راہ سو ہم اسپر یقین لائے۔ کہنا او حکم جہاد کے نازل ہونے سے پہلے ایک جماعت عظیم کا مسلمان ہو جانا حالانکہ ضعف اسلام کے زمانہ میں غیر قوم کے لوگوں کا مسلمان ہونا واقعی یہ قرآن کا معجزہ ہی اور یہی صاحب معجزہ کے نبی برحق ہونے کی پوری دلیل ہی هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ
راہ بتاتی ہے ڈر والوں کو
متقی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ہر طرح کی نافرمانی سے بچتے ہیں اور اُس کی ہر طرح کی اطاعت بجالاتے ہیں۔ حضرت عمر رضہ نے حضرت ابی بن کعب رضہ سے ایک دن پوچھا کہ تقوے کے کیا معنی ہیں۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ کبھی تمہارا گذر ایسے راستہ سے ہوا ہے جس میں ہر طرف کثرت سے خار دار درخت ہوں۔ حضرت عمر رضہ نے کہا ہاں۔ ابی بن کعب رضہ نے کہا پھر تم نے وہاں کیا کیا حضرت عمر رضہ نے کہا ہر طرف سے اپنے دامن سمیٹ کر اپنے کپڑوں کو کانٹوں سے بچایا۔ ابی بن کعب رضہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اسیطرح بچنے کو تقوٰی کہتے ہیں۔ ترمذی ابن ماجہ میں عطیہ سعدی سے روایت ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کوئی شخص متقیوں کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا جب تک بے ڈر کی چیز کو ڈر کی چیز کی دہشت سے نہ چھوڑ دیوے۔ ترمذی نے اِس حدیث کو صحیح کہا ہی ✣

الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ
جو یقین کرتے ہیں بن دیکھے اور درست کرتے ہیں نماز کو اور ہمارا دیا کچھ خرچ کرتے ہیں اور جو یقین کرتے ہیں

بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ عَلٰی
جو کچھ اُترا تجھپر اور جو کچھ اُترا تجھ سے پہلے اور آخرت کو وہ یقین جانتے ہیں اُنہوں نے

هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝
پائی ہی راہ اپنے رب کی اور وہی مراد کو پہنچے

ایمان کا لفظ قرآن شریف میں جہاں اعمال کے لفظ کے ساتھ آیا ہی وہاں اُسکے معنی دلی یقین کے ہیں اور جہاں بغیر لفظ اعمال کے آیا ہی وہاں اکثر سلف کے نزدیک اُس سے اعتقاد قلبی اور قول زبانی اور عمل مراد ہی۔ عذاب قبر حشر پل صراط جنت دوزخ یہ سب غیب کے معنوں میں ہیں۔ نماز کے قایم رکھنے سے یہ مراد ہی کہ نماز کے ارکان رکوع سجدہ اچھی طرح سے

ادا کیا جاوے۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ سے فرض زکوٰۃ نفلی اور خیرات دونوں مراد ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ صلوا کما رایتمونی یعنی تم اس طرح نماز پڑھا کرو جس طرح سے تم نے مجھ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ آنحضرت صلعم کے نماز پڑھنے کی تفصیل حدیث کی کتابوں کے اردو ترجمہ سے یاد کر لیوے اور اُسکے موافق نماز پڑھا کرے۔

حاصل یہ ہے کہ جو شخص قرآن شریف کا کتاب الٰہی ہونیکا دل سے یقین جانکر اُسکے حکموں کی پابندی کریگا یہ قرآن شریف اُسکا ہر طرح سے راہبر ہوگا اور اُسکو نیک راہ پر لگا دیگا یہاں تک کہ ایسا شخص جنت میں راحت و آرام سے رہیگا جس بڑھکر انسان کے لئے کوئی فلاح اور کامیابی نہیں۔ آخرت سے مراد روز آخرت یعنی عقبےٰ ہے۔ عقبیٰ پر ایمان لانے اور یقین کرنے کا ذکر قرآن شریف میں جگہہ جگہہ اس لئے ہے کہ جب تک عقبیٰ کا پورا یقین نہو عقبیٰ کے اجر اور ثواب کے اعتقاد سے نیک عمل کوئی نہیں کر سکتا۔ اور بغیر اس اعتقاد کے دکھاوے اور ریاکاری سے کچھ کیا بھی تو وہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول اور قابلِ اجر نہیں ہو سکتا ✤

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ خَتَمَ اللَّهُ

وہ جو منکر ہوئے برابر ہے اُن کو تو ڈراوے یا نہ ڈراوے وہ نہ مانیں گے مُہر کر دی اللہ نے

عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

اُن کے دل پر اور اُن کے کان پر اور اُن کی آنکھ پر ہے پردہ اور اُن کو بڑی مار ہے

علماء نے کفر کی چار قسمیں بیان کی ہیں ایک کفر جیسا فرعون کا کفر تھا کہ وہ اللہ کی ذات کا ہی دل و زبان دونوں سے منکر تھا۔ دوسرا کفر اللہ تعالیٰ کو دل سے ماننا زبان سے اقرار نہ کرنا جیسے ابلیس کا کفر تیسرا دل و زبان دونوں سے خدا کو ماننا لیکن اُسکا حکم نہ ماننا جیسے ابو طالب اور اہل کتاب کا کفر چوتھا کفر منافقوں کا کہ زبان سے سب کچھ کہنا اور دل میں کچھ نہیں علی بن طلحہ کے واسطے حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت جو تفسیر کے باب میں مفسرین کے نزدیک صحیح مشہور ہے۔ اُس میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اِن آیتوں کے نازل ہونے کا سبب یہ بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم کو یہ رنج تھا کہ باوجود قرآن سُنانے اور اُسکا مطلب گھڑی گھڑی سمجھانے کے اور باوجود معجزات کے دیکھنے کے اہل مکہ اپنے کفر پر کیوں اڑے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ سب کے سب ایمان کیوں نہیں لاتے۔ اُس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی تسکین کے لئے یہ آیتیں نازل فرمائیں جن کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے علم میں جن لوگوں کا حالت کفر پر مرنا ٹھیر چکا ہے اُنکے دلوں میں حق بات کے سمجھنے کی اور اُنکے کانوں میں حق بات کے سننے کی کچھ گنجایش نہیں اور معجزات کے دیکھنے سے اُنکی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ ترمذی اور نسائی میں حضرت ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو اُس کے دل پر اُس گناہ کی شامت سے ایک سیاہ داغ پڑ جاتا ہے۔ اگر اُس گناہ سے اُس نے توبہ کر لی اور آئندہ گناہوں سے باز رہا تو وہ داغ مٹ گیا اور دل صاف ہو گیا ورنہ یہ داغ روز بروز بڑھتے بڑھتے تمام دل کو گھیر لیتا ہے اسی کو اللہ تعالیٰ نے آیت کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون میں رین سے دل کا زنگ فرمایا ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے اور ظاہر بات ہے کہ جب گناہ کی شامت سے دلوں کا یہ حال ہو جاتا ہے تو کفر کی شامت سے دلوں کا

یہی حال ہونا چاہیئے کہ اللہ کی طرف سے اُن پر مہر لگ گئی ہی نہ ایمان اُن میں سما سکتا ہی نہ کفر اُن میں سے نکل سکتا ہی۔
بعضے مفسروں نے اِن آیتوں کا مطلب یہ بیان کیا ہی کہ کافر لوگ تکبر سے حق بات کی پروا نہیں کرتے لیکن یہ مطلب
آیت بل طبع اللہ علیہا بکفرھم اور ابوہریرہ رضؓ کی اُس حدیث کے مخالف ہی جس کا ذکر اوپر گذرا۔ دنیا میں ایک
آقا اپنے دو غلاموں کو خود مختار کر کے کسی کام پر لگا دے اور اُن کی عادت اُن کے چال چلن کے لحاظ سے کام کے
ظہور میں آنے سے پہلے اپنے تجربہ ذاتی کے سبب سے یہ نتیجہ تبلادیوے کہ ان دونوں غلاموں میں سے ایک غلام اپنے کام میں
کامیاب ہوگا اور دوسرا ناکام تو اِس آقا پر کوئی عقلمند شخص یہ الزام نہیں لگا سکتا کہ اُسنے اپنے ایک غلام کو ناکامی پر مجبور
کیا۔ اُس پاک پروردگار عالم کے پیدا کرنے والے نے انسان کے پیدا کرنے سے پہلے اپنے علم ازلی سے اگر نیک و بد کو
جان لیا اور یہی اپنے علم کا نتیجہ لوح محفوظ میں لکھ لیا اور اُسکا نام تقدیر رکھا تو جو لوگ اُس پاک پروردگار پر مجبور کرنے کا
عیب لگاتے ہیں وہ سراپا غلطی پر ہیں ✦

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۘ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ
اور ایک لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم یقین لائے اللہ پر اور پچھلے دن پر اور اُن کو یقین نہیں دغابازی کرتے ہیں اللہ سے اور

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۗ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ
ایمان والوں سے اور کسی کو دغا نہیں دیتے مگر آپ کو اور نہیں بوجھتے اُن کے دل میں آزار ہی پھر زیادہ دیا اللہ نے

مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ
انکو آزار اور اُنکو دُکھ کی مار ہے اسپر کہ جھوٹ کہتے تھے اور جب کہئے اُنکو فساد نہ ڈالو ملک میں

قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ
کہیں ہمارا کام تو سنوارنا ہے سُن رکھو وہی ہیں بگاڑنے والے پر نہیں سمجھتے اور جب کہئے اُن کو

اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا
ایمان میں آؤ جس طرح ایمان میں آئے سب لوگ کہیں کیا ہم اسطرح مسلمان ہوں جیسے مسلمان ہوئے بیوقوف سنتا ہی وہی ہیں بیوقوف پر نہیں

يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ
جانتے اور جب ملاقات کریں مسلمانوں سے کہیں ہم مسلمان ہوئے اور جب اکیلے جاویں اپنے شیطانوں پاس کہیں ہم ساتھ ہیں تمہارے

اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝
ہم تو ہنسی کرتے ہیں اور اللہ ہنسی کرتا ہی اُن سے اور بڑھاتا ہی اُنکو اُن کی شرارت میں بہکے ہوئے

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۠ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝
وہی ہیں جنہوں نے خرید کی راہ کے بدلے گمراہی سو نفع نہ لائی اُن کی سوداگری اور نہ راہ پائی

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَاۗءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَ
اُن کی مثال جیسے ایک شخص نے سلگائی آگ پھر جب روشن کیا اُسکے گرد کو لیگیا اللہ روشنی اور

تَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ۝ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ
چھوڑا اُن کو اندھیروں میں نظر نہیں آتا بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے سو وہ نہیں پھرینگے یا جیسے مینہ پڑتا آسمان سے

فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ ج يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ط

اُس میں ہیں اندہیرے اور گرج اور بجلی ڈالتے اُنگلیاں اپنی کانوں میں مارے کڑک کے ڈرسے موت کے

وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ۝ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ ط كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ مَشَوْا فِيهِ وَإِذَا

اور اللہ گھیر رہا ہے منکروں کو قریب ہے بجلی کہ اُچک لے اُن کی آنکھیں جس بار چمکتی ہے اپنے چلتے ہیں اُس میں اور جب

أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا ط وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ط إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

اندہیرا پڑا کھڑے رہے اور اگر چاہے اللہ لیجاوے اُن کے کان اور آنکھیں بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے

شروع سورہ سے یہاں تک چار آیتوں میں خالص مومنوں کا ذکر تھا اور پھر دو آیتوں میں خالص کافروں کا اب ان تیرہ آیتوں میں منافقوں کا ذکر ہی۔ منافق وہ ہی جو زبان سے اچھی بات کہے اور دل میں اُسکے بدی ہو۔ منافقوں کا ذکر قرآن شریف میں آنحضرت صلعم کے مدینہ منورہ میں آنے کے بعد شروع ہوا ہی۔ ہجرت سے پہلے جسقدر حصہ قرآن شریف کا مکہ میں اترا ہی اسمیں منافقوں کا ذکر اسواسطے نہیں ہی کہ مکہ میں یا کھُلم کھُلا مسلمان تھے یا کافر منافق لوگ وہاں نہیں تھے کیونکہ مکہ میں کفار کا غلبہ تھا جس کے سبب سے آنحضرت صلعم کو مکہ سے ہجرت کا حکم ہوا۔ اس اپنے غلبہ کے سبب سے وہاں کے کافر اپنی اصلی حالت پر تھے۔ جب آنحضرت صلعم مدینہ میں ہجرت کرکے آئے اور اہل اسلام کی جماعت اور قوت بڑھی تو اہل مدینہ میں سے جنکی قسمت میں اللہ تعالی نے اسلام لکھا تھا وہ تو خالص مسلمان ہو گئے لیکن ایک جماعت اہل مدینہ کی اُن یہود سے میل جول رکھتی تھی جو مدینہ کے گرد و نواح میں رہتے تھے ان یہود کے بہکانے سے یہ اہل مدینہ میں کے کچھ لوگ مسلمانوں کی قوت اور شوکت دیکھکر جب مسلمانوں سے ملتے تو اپنا جان و مال بچانے کے لئے مسلمانوں کے روبرو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے اور جب اپنے ساتھیوں سے ملتے تو کہتے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو دل لگی کے طور پر اپنا اوپری اسلام ظاہر کر دیتے ہیں۔ انہیں لوگوں کی دغابازی ظاہر کرنے کو اللہ تعالی نے یہ آیات نازل فرمائیں اور فرما دیا کہ یہ لوگ دغاباز ہیں اور اِن کی دغابازی انہیں کی عقبے خراب کریگی اور مسلمانوں کو یہ کیا کم عقل بناتے ہیں انہیں کی عقلوں میں فتور ہی کہ اپنی عقبے خراب کر رہے ہیں اور مسلمانوں کی شوکت کی ترقی روز بروز دیکھکر ان کے دلوں میں دو رنگی اور نفاق کا مرض جو روز بروز بڑھتا جاتا ہی وہ انہیں کو آخر کار دوزخ دکھاویگا۔ اور کسی کا اُس سے کچھ نہیں بگڑ سکتا۔ اور یہ لوگ یہ جو کہتے ہیں کہ ہم تو یہود سے اس غرض سے ملتے ہیں کہ آپس میں ایک طرح کا میل ملاپ رہے۔ کسی فساد کی نیت سے ہم یہ کام نہیں کرتے۔ یہ بالکل جھوٹ ہی۔ دین کے مخالف لوگوں سے میل جول رکھنا ہی ایسی بات ہی کہ اُس سے ایک نہ ایک دن ضرور کوئی فساد کھڑا ہو جاویگا۔ غرض یہ لوگ خرابی عقبے کا جو سودا کر رہے ہیں اس تجارت میں ان کو سراپا نقصان ہی نفع کچھ نہیں۔ پھر ان لوگوں کے حق میں اللہ تعالی نے دو مثالیں بیان فرمائیں۔ صحابہ کی ایک جماعت نے فرمایا کہ پہلی مثال منافقوں کے حال سے اِس طرح مطابق ہی کہ آنحضرت صلعم کے مدینہ میں آنے کے وقت پہلے پہل ان لوگوں نے کچھ نور ایمانی کما لیا تھا پھر نفاق کے سبب سے اُسی کفر کی تاریکی میں یہ لوگ پھنس گئے۔ دوسری مثال کی مطابقت صحابہ نے منافقوں کے حال سے اس طرح بیان کی ہی کہ بجلی کی آناً فاناً چمک کی طرح مسلمانوں کے دباؤ سے کبھی ان لوگوں میں ایمان کی عارضی جھلک آجاتی ہی اور جس طرح کڑک کی آواز کے ڈر سے

کوئی شخص کانوں میں اُنگلیاں دیکر اپنا ڈر رفع کرلیتا ہی اسی طرح اس عارضی ایمانی جھلک سے مسلمانوں کے ہاتھ سے
اِن کی جان و مال کی خیر ہو جاتی ہی لیکن اس عارضی ایمان سے کیا ہوتا ہی۔ ان کے دلوں پر تو وہی کفر و نفاق کی گھٹا چھائی
ہوئی ہی جسکے سبب سے ان کا انجام بُرا اور عاقبت برباد ہی۔ نفاق دو طرح کا ہی ایک تو اعتقادی جیسے اسلام کے زور کے وقت ان
لوگوں میں تھا دوسرا عملی صحیح حدیثوں میں اُس کی نشانیاں جھوٹ بولنا خیانت۔ وعدہ خلافی۔ گالیاں بکنا۔ عہد شکنی آئی
ہیں۔ اخیر کو اللہ تعالی نے ان منافقوں کو یہ بھی جتلا دیا کہ اپنے جن اعضا کے بھروسہ پر یہ منافق چالاکیاں اور دغا بازیاں
کرتے ہیں اللہ ہر چیز پر قادر ہی۔ وہ چاہے تو ان کے اعضا کو بالکل بیکار کر دیوے۔ پھر یہ اپنے گھروں میں بالکل اپاہج بنکر بیٹھ
جاویں۔ اور اِن کی چالاکیاں اور دغا بازیاں اِن کے آگے آجاویں۔ ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت
ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا رعد ایک فرشتہ ہی جو بادلوں کو ہانکتا ہی۔ اُسکے ہاتھ میں آگ کا کوڑا ہی۔ بادلوں کے ہانکنے میں اُس
کوڑے کا کوئی قس جو جھڑ جاتا ہی وہ بجلی ہی اور کڑک اُس فرشتے کی آواز ہی جو بادلوں کو ہانکنے کے وقت اُسکے مُنہ سے نکلتی
ہی۔ اِس حدیث کی سند میں اگرچہ کچھ کلام ہی لیکن اکثر علما مفسرین نے رعد و کڑک و بجلی کی تفسیر اسی حدیث کے موافق کی ہی*

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

اے لوگو بندگی کرو اپنے رب کی جس نے بنایا تم کو اور ... اگلوں کو شاید تم پرہیزگاری پکڑو

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ

جسنے بنا دیا تم کو زمین بچھونا اور آسمان چھت اور اُتارا آسمان سے پانی پھر نکالے اُس سے

الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

میوے کھانا تمہارا سو نہ ٹھیراؤ اللہ کی برابر کسی کو اور تم جانتے ہو

حاصل یہ ہی کہ جب خالق رزاق وہی ایک ذات وحدہٗ لاشریک ہی تو اُسکو چھوڑ کر دوسرے کو پوجنا اُس کی تعظیم اور عبادت میں
دوسرے کو شریک کرنا بڑی نادانی اور ناشکر گذاری ہی اور اس سے بڑھکر کوئی نافرمانی اور گناہ دنیا میں نہیں ہی صحیحین میں
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب خدا نے انسان کو پیدا کیا ہی اُس کی
تعظیم اور عبادت میں کسی کو شریک کرنا اِس سے بڑھ کر کوئی گناہ دنیا میں نہیں ہی۔ اسیواسطے اللہ چاہے تو اور گناہوں کو بغیر
توبہ کے معاف کر دیوے لیکن شرک بغیر خالص توبہ اور بغیر خالص عبادت الٰہی کے ہرگز نہیں معاف ہو سکتا۔ حضرت عبداللہ
بن عباس اور عبداللہ بن مسعود اور سلف نے فرمایا ہی کہ اس آیت میں اللہ تعالی نے مکہ کے بُت پرستوں مُنافقوں اور اہل
کتاب سب کو ملا کر خالص عبادت الٰہی کی اور جس خالص توحید الٰہی کی ترغیب نبی آخر الزمان دلاتے تھے اُسکے اتباع کی تاکید ان
سب کو فرمائی ہی۔ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ سے یہ ارشاد فرمایا ہی کہ یہ لوگ ذرا غور کریں تو ان کو خود معلوم ہو جاویگا کہ انسان اور اُس کے
راحت کا سامان سب کچھ جب خدا تعالی کا پیدا کیا ہوا ہی تو خالص اُس کی بندگی انسان کو لازم ہی*

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ

اور اگر تم شک میں اس کلام سے جو اُتارا ہمنے اپنے بندے پر تو لے آؤ ایک سورت اسی قسم کی اور بلاؤ جن کو حاضر کرتے ہو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ

اللہ کے سوائے اگر تم سچے ہو پھر اگر نہ کرو اور البتہ نہ کرو گے تو بچو اُس آگ سے جسکی

وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝

چھپٹیاں ہیں آدمی اور پتھر طیار ہے منکروں کے واسطے

اسلام کے بڑے دو ہی جزو ہیں۔ ایک توحید دوسرے تسلیم رسالت اول آیت میں توحید الٰہی کا ذکر تھا اس آیت میں اللہ کے رسول کی رسالت کی تسلیم کا حکم ہے اور رسول کے سچے ہونے کی دلیل یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ قرآن قریش کی زبان میں اترا ہے اور مکہ میں دس برس تک برابر قرآن اترتا رہا۔ اور قریش کو اپنی فصاحت و بلاغت کا بھی بڑا دعوے تھا اور ان کو دس سے لیکر ایک سورۂ قرآن کی مانند بنا کر لانے کو کہا بھی گیا مگر سوا عاجز ہو جانے کے اور کچھ ان سے نہ ہو سکا جس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ نبی برحق ہیں۔ اور جو کلام ان پر اترتا ہے وہ بیشک کلام الٰہی ہے کیونکہ انسان و جنات سب ملکر اس جیسا کلام بنانے سے عاجز ہیں۔ اسپر بھی ان نبی کے برحق ہونے اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے سے جو شخص شک و شبہ میں رہے گا تو اپنے آپ کو دوزخ سے بچانے کی وہ فکر کر لیوے۔ مسند امام احمد اور صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ دوزخ کی آگ کی حرارت دنیا کی آگ سے انہتر[69] حصہ بڑھکر ہے کسی جیتے آدمی کو دنیا کی آگ میں ڈالدیا جاوے تو ایک دم بھر بھی اسکی برداشت نہو گی جو لوگ توحید الٰہی اور تسلیم رسالت میں کوتاہی کرتے ہیں معلوم نہیں پورے ستر حصے حرارت والی آگ کی برداشت کروروں برس انسے کیونکر ہوگی۔ نعوذ باللہ منہا یہ جو فرمایا کہ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ یعنے آگ منکروں کے لئے تیار کی جا چکی ہے اس سے معلوم ہوا کہ دوزخ اس وقت تیار موجود ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ دوزخ کو خاص قیامت کے دن پیدا کیا جاوے گا وہ غلطی پر ہیں۔ سوا اس آیت کے اُن کی غلطی اور آیتوں اور حدیثوں سے بھی نکلتی ہے ✣

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا

اور خوشی سنا ان کو جو یقین لائے اور کیے کام نیک کہ انکے لیے ہیں باغ بہتی ہیں نیچے اُنکے ندیاں جس بار

رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَا

ملے ان کو وہاں کا کوئی میوہ کھانے کو کہیں یہ وہی ہے جو ملا تھا ہمکو آگے اور آیا ان کو میوہ اُنکو ایک طرح کا اور انکو واسطے

اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

عورتیں ستھری اور ان کو وہاں ہمیشہ رہنا ہے

قرآن شریف میں جہاں کافروں کا ذکر آتا ہے اُس سے پہلے یا اُسکے بعد مومنوں کا ذکر ضرور آتا ہے تاکہ عقبے کی رحمت و کلفت کا حال ساتھ کے ساتھ معلوم ہو جاوے۔ ایک حال کے مقابلہ کی آیتیں دوسری جگہ ڈھونڈنی نہ پڑیں۔ قرآن شریف کے بیان کی اور خوبیوں میں سے یہ بھی ایک بیان مطلب کی خوبی ہے۔ اسی طرز بیان کے موافق اوپر کافروں کے انجام کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں مومنوں کا ذکر فرمایا ہے جنت کی راحتوں سے دوزخ کے عذاب

کے بیان میں اسقدر کثرت سے صحیح حدیثیں ہیں کہ اُنکو بیان کرنا مشکل ہے۔ اسیواسطے صحیح حدیث قدسی میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ جنت کی نعمتیں نہ کبھی آنکھ نے دیکھیں نہ کان نے سنیں۔ نہ کسی کے دل پر اُن کا تصور گذر سکتا ہے۔ یہ حدیث صحیحین وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ کی روایت سے آئی ہے۔ بھلا جو نعمتیں دیکھنے سُننے اور وہم و گمان سے باہر ہوں کسی زبان یا قلم کی کیا طاقت کہ اُنکو تفصیل وار بیان کر سکے۔ اللہ تعالی سب مسلمانوں کو جنت نصیب کرے اُسوقت اُن حوروں اور نعمتوں کی تفصیل معلوم ہوگی۔ ایمان کے ساتھ نیک کاموں کے ذکر سے معلوم ہوا کہ جنت جب ملیگی کہ ایمان اور نیک عمل دونوں ہوں۔ جنت کی نہروں کے کنارے نہیں ہیں۔ برابر زمین پر جاری ہیں۔ اُن میں سے پانی دودھ شہد شراب جنتی لوگ بلا دقت لے سکینگے۔ جنت کی بیبیاں حیض و نفاس سے پاک ہونگی اسلئے اُنکو سُتھری فرمایا جنت کے میوے دنیا کے میووں سے مزہ میں بالکل الگ ہونگے فقط۔ اُن کے نام دنیا کے میووں جیسے ہونگے اس لئے جنتی لوگ اُنکو پہلے پہل دنیا کے میووں کے مشابہ سمجھینگے۔ صحیحین وغیرہ میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں جا چکینگے تو خدا تعالے کی طرف سے ایک فرشتہ یہ آواز دیوے گا کہ اب موت نہیں جو شخص جس حال میں ہے ہمیشہ اُسی حال میں رہیگا۔ دنیا کی ہر نعمت کو ہر دم زوال لگا ہوا ہے۔ جنت کی نعمتوں میں یہ کتنی بڑی خوبی ہے کہ اُن کو زوال نہیں ❊

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَيَعْلَمُونَ

اللہ کچھہ شرماتا نہیں کہ بیان کرے کوئی مثال ایک مچھر کی یا اُس سے اوپر پھر جو یقین رکھتے ہیں سو جانتے ہیں

أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۖ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ

کہ وہ ٹھیک ہے اُن کے رب کا کہا اور جو منکر ہیں سو کہتے ہیں کیا غرض تھی اللہ کو اس مثال سے گمراہ کرتا ہے

بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ۝ الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ

اس سے بہتیرے اور راہ پر لاتا ہے اس سے بہتیرے اور گمراہ کرتا ہے اُنہیں کو جو بے حکم ہیں جو توڑتے ہیں قرار اللہ کا مضبوط کئے پیچھے

وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۚ أُولٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝

اور توڑتے ہیں جو چیز اللہ نے فرمائی جوڑنی اور فساد کرتے ہیں ملک میں انہیں کو آیا نقصان

اس مدنی سورہ میں منافقین اور اُنکے ساتھی یہود کے ذکر کے بعد پھر اللہ تعالی نے دو مثالیں بیان فرمائیں تھیں۔ ایک جنگل اور اندھیرے میں آگ سُلگانے کی دوسری کڑک اور بجلی کی۔ اور اس سورہ سے پہلے مکہ میں جو قرآن کا حصہ نازل ہوا تھا اُس میں مکھی مکڑی اور مکڑی کے گھر کی مثالیں تھیں۔ قرآن کے منکر لوگ اسپر یہ طعن کرتے تھے کہ جس کلام میں ایسی حقیر چیزوں کا ذکر ہو وہ کلام الٰہی کیونکر ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالی نے اس آیت میں اُنکا جواب دیا کہ مخلوق ہونے میں حقیر اور صاحب شان چیزیں سب برابر ہیں۔ اللہ تعالی اپنی مخلوقات میں سے جس چیز کی چاہے مثال بیان کرے اُسپر طعن نافہمی ہے۔ ترمذی میں سہل بن سعد سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ساری دنیا کی قدر اللہ تعالی کے نزدیک اگر ایک مچھر کے پر کی برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی

کا دنیا میں نہ ملتا۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح غریب کہا ہے۔ ترمذی کے اس قول کا یہ مطلب ہے کہ یہ حدیث کئی طریق سے آئی ہے جسمیں ایک طریق غریب بھی ہے مگر حسن اور صحیح طریق سے اُس غریب طریق کو بھی قوت ہوجاتی ہے۔ محدثین کے نزدیک غریب حدیث وہ ہے جسکو کسی ثقہ سے ایک منفرد شخص روایت کرے۔ الغرض اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کے نزدیک تمام دنیا کی مخلوقات مچھر کے پر سے بھی زیادہ حقیر ہے۔ اہل دنیا کے نزدیک کوئی چیز دنیا کی صاحب شان ہوئی تو اللہ تعالی کے نزدیک اُسکی کیا حقیقت ہے۔ حاصل یہ ہے کہ قرآن کے کلام الٰہی نہ ہونے کا شبہ جو ان قرآن کے منکر لوگوں کو تھا اُسکو تو اللہ تعالی نے یوں رفع فرما دیا تھا کہ تم سب لوگ اگر اس قرآن کو انسان کا کلام جانتے ہو تو تم ایسا کچھ بنا کر لے آؤ اسمیں تو یہ لوگ بالکل عاجز اور لاجواب ہوگئے۔ اب جو نافہمی کے سبب سے ان لوگوں کی یہ باتیں تھیں اُن کا جواب بھی اللہ تعالی نے اس آیت میں دیدیا۔ اور فرمادیا کہ جو لوگ راہ پر آگئے ہیں اور قرآن کو وحی آسمانی اور جن پر یہ وحی اُتری ہے اُنکو اللہ کا سچا رسول جانتے ہیں اُنکو تو اللہ کی ہر ایک مثال سے ایک ہدایت ہوتی ہے۔ مثلاً اندھیرے میں آگ سلگانے اور اُسکے پھر بجھ جانے کی مثال سے اُن کو یہ ہدایت ہوئی کہ منافقوں کا زور چند روز میں گھٹ جاویگا اور مکڑی اور اُسکے ناپائدار گھر کی مثال سے یہ کہ خانہ کعبہ بلکہ جزیرہ عرب بُت پرستی سے جلد پاک وصاف ہوجائیگا۔ اور آخیر کو ایسا ہی ہوا۔ جو لوگ اغوائے شیطانی سے کجی پر ہیں اُن کی کجی اور گمراہی اس طرح کی مثالوں سے اور بڑھتی ہے۔ مثلاً یہی اُن کی گمراہی ہے کہ کہتے ہیں کہ اس طرح کی مثالیں کلام الٰہی میں نہیں ہوسکتیں اور یہ نہیں بتلاتے کہ کیوں نہیں ہوسکتیں۔ غرض ان لوگوں کی کجروی اور گمراہی قرآن کی مثالوں کے باب میں محض سرکشی اور نافرمانی کے سبب سے تھی۔ اس لئے ان لوگوں کو بے حکم فرمایا۔ کیونکہ قرآن کو کلام الٰہی جاننے میں تو ان کو ایک سیدھی بات اللہ تعالی نے بتلادی تھی کہ تم لوگ اگر اسکو کلام انسانی جانتے ہو تو تم بھی ایسا کچھ بنا لاؤ۔ جب اُس میں یہ سب عاجز رہے تو قرآن کو کلام الٰہی جاننے اور اسکی مثالوں سے عبرت پکڑنے میں کسی کو کوئی عذر کا موقع باقی نہیں رہا تھا۔ بدعہد لوگوں سے مراد یہود لوگ ہیں کہ توراۃ میں اُن سے نبی آخر الزمان کی اطاعت کا عہد لیا گیا تھا اُنہوں نے اُس عہد کو پورا نہیں کیا۔ اور منافقوں کو بھی بہکا کر اپنے ساتھ کر لیا کہ مسلمانوں کی مجلس میں وہ مسلمان ہونے کا عہد کرتے ہیں اور مسلمانوں کی مجلس سے الگ ہوتے ہی وہ عہد توڑ ڈالتے ہیں۔ صلہ رحمی سے مراد قرابت داری کا سلوک ہے۔ لیکن اس میں سے اہل مکہ کی ایک طرح کی مذمت نکلتی ہے کہ باوجود قرابت داری کے اُنہوں نے وہ قطع رحمی کی کہ اللہ کے نبی اور اُنکے ساتھیوں کو مکہ چھوڑنا پڑا۔ ان لوگوں کی یہی باتیں تھیں جس سے اللہ کی زمین میں طرح طرح کے فساد برپا ہوئے اور ان فسادات کے رفع کرنے کی غرض سے آخر جہاد کا حکم نازل ہوا۔ اخیر کو اللہ تعالے نے یہ بھی فرمادیا کہ ان باتوں سے اور کسی کا کچھ نہیں بگڑتا۔ انکی ان باتوں سے انہیں کو نقصان پہنچے گا۔ اللہ سچا ہے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ اِن باتوں سے یہ لوگ دین و دنیا کے نقصان میں پڑ گئے۔ انکا دنیا کا نقصان تو اُس زمانہ کے مسلمانوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اکثر کجروی والے لوگ قتل ہوگئے اُنکے جورو بچے لونڈی غلام بنگئے۔ اُنکے مال غارت ہوگئے اور جلاوطن ہوگئے اسیطرح انکا عاقبت کا نقصان بھی قیامت میں سب کی

آنکھوں کے سامنے آجاویگا ✤

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○

تم کس طرح منکر ہو اللہ سے اور تھے تم مردے پھر اُسنے تمکو جلایا پھر تم کو مارتا ہے پھر جلاوے گا پھر اُس پاس اُلٹے جاؤگے

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ

وہی ہے جسنے بنایا تمہارے لیئے جو کچھ زمین میں ہے سب پھر چڑھ گیا آسمان کو تو ٹھیک کیا اُنکو سات آسمان

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○

اور وہ ہر چیز سے واقف ہے

اوپر یہود اور منافقوں کی بدعہدی کا ذکر تھا کہ کفر عنادی کے سبب سے یہود نے توراۃ کے عہد کو پورا نہیں کیا بلکہ نبی آخرالزمان کے اوصاف کو چھپا کر منافقوں کو طرح طرح سے بہکایا اور ان کو بھی یہ بدعہدی سکھائی کہ مسلمانوں کے روبرو وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں اور اپنی خاص مجلسوں میں اس زبانی عہد سے بھی پھر جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو مسلمانوں سے دل لگی کرتے تھے۔ اِن آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں فرقوں کو جتلایا کہ پیدا ہونے سے پہلے یہ لوگ مٹی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ان کی راحت کی چیزیں جو کچھ دنیا میں ہیں ان سب کو پیدا کیا۔ سب چیز کا ذرا ذرا حال اُس کو معلوم ہے۔ اپنے علم میں جسقدر عمر اُن لوگوں کی اُسنے لکھی ہے اُسکے ختم ہو جانے کے بعد ان کو مار یگا اور پھر حشر کے دن ان کو زندہ کر کے ذرہ ذرہ کا ان سے حساب لیویگا۔ غرض لوگوں سے اپنے دل کی کفر و نفاق کی باتیں چھپا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اُس سے اُن کی کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔ صحیح بخاری میں روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کسی شخص نے راس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ بعضی آیتوں میں آسمان کے پیدا کرنے کا ذکر زمین کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اور بعضی آیتوں میں زمین کے پیدا کرنے کے بعد اسکا کیا سبب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ زمین ایک تودہ کے طور پر آسمان سے پہلے پیدا ہوئی ہے اور اُس کا پھیلانا آسمان کے پیدا کرنے کے بعد ہوا ہے۔ سوائے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اور سلف نے بھی یہی فرمایا ہے اور اسی قول سے مختلف آیات قرآنی میں مطابقت پیدا ہو جاتی ہے۔ سورۂ حم السجدہ اور سورۂ والنازعات میں اس کی تفصیل اور زیادہ آویگی ✤

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَ

اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو مجکو بنانا ہے زمین میں ایک نائب بولے کیا تو مقرر کریگا اس میں جو شخص فساد کرے وہاں اور

يَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○

کرے خون اور ہم پڑھتے ہیں تیری خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری ذات پاک کو فرمایا مجکو معلوم ہے جو تم نہیں جانتے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور سلف سے اِس قصہ کی روایات جو آئی ہیں اُنکا حاصل یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا

ہونے سے دو ہزار برس پہلے زمین پر جنات رہتے تھے اُنہوں نے زمین پر طرح طرح کے فساد کئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ایک گروہ کو جنات کی تنبیہ اور سرکوبی کے لئے بھیجا۔ اُن فرشتوں نے جنات کو مار کر دریا کے ٹاپوں اور جزیروں میں نکالدیا۔ اب بنی آدم کی پیدایش کا حال سُنکر فرشتوں نے اُسی قیاس پر یہ بات کہی تھی کہ جنات کی طرح بنی آدم بھی زمین میں فساد پھیلاوینگے لیکن فرشتوں کی یہ بات کچھ اعتراض کے طور پر نہیں تھی کیونکہ خلاف مرضی اللہ تعالیٰ کے وہ کوئی بات منہ سے نکالنے میں معصوم ہیں۔ صرف پیدایش بنی آدم کی حکمت دریافت کرنے کو اُنہوں نے یہ بات کہی تھی اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے اُنکے جواب میں کوئی خفگی ظاہر نہیں فرمائی بلکہ اتنا ہی فرمایا کہ بنی آدم کی پیدایش کی حکمت جو مجکو معلوم ہے اسکو تم نہیں جانتے جسکا مطلب یہ تھا کہ بنی آدم کی پیدایش سے زمین میں فقط فساد ہی نہیں پھیلے گا بلکہ اُن میں انبیا صدیق شہید صلحا بھی ہونگے جن سے زمین میں اللہ کا دین پھیلے گا اور پھر اخیر کو اللہ کی جنت آباد ہوگی ✤

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ
اور سکھائے آدم کو نام سارے پھر وہ دکھائے فرشتوں کو کہا بتاؤ مجکو نام اُنکے اگر ہو تم

صٰدِقِيْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ قَالَ يٰٓاٰدَمُ
سچے وہ بولے توسب سے نرالا ہے نہیں معلوم ہمیں مگر جتنا تونے سکھایا توہی ہے اصل دانا پختہ کار کہا اے آدم

اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ
بتادے اُن کو نام ان کے پھر جب اُس نے بتادیئے نام اُن کے فرمایا میں نے نہ کہا تھا تمکو مجکو معلوم ہیں پردے آسمان

وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝
اور زمین کے اور معلوم ہے جو تم ظاہر کرو اور جو چھپاتے ہو

آیت فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِىْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ سے اور شفاعت کی انس بن مالک کی بخاری و مسلم وغیرہ کی اس حدیث سے جس میں یہ ذکر ہے کہ میدان محشر میں لوگ حضرت آدم کے پاس سب انبیا سے پہلے جاکر یہ کھوینگے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ عزت دی ہے کہ فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا ہے اور آسمان و زمین کی سب چیزوں کے نام آپکو سکھائے ہیں اُس عزت کے سبب سے اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت منظور فرماویگا۔ اور اسیطرح کی اور آیات و احادیث کے سبب سے اِسپر تو سب مفسرین سلف کا اتفاق ہے کہ حضرت آدم کے اصل قصہ میں ملائکہ کے سجدہ کے بعد حضرت آدم کو سب چیزوں کے نام سکھائے گئے ہیں مگر تلاوۃ قرآن میں یہ دونوں آیتیں آگے پیچھے اسواسطے اللہ تعالیٰ نے رکھی ہیں کہ انی اعلم ما لا تعلمون اور وعلم آدم الاسماء کلہا یہ دونوں آیتیں ملکر علم الٰہی کی آیتیں ایک سلسلہ میں ہو جاویں آسی شفاعت کی حدیث میں ہے وعلمت اسماء کل شیٔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم کو اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوقات کے نام سکھائے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ ماتبدون سے مراد فرشتوں کا وہی قول ہے کہ بنی آدم کے پیدا کرنے سے خوں ریزی ہوگی ح طرح کا فساد زمین میں پھیلیگا اور تکتمون سے ابلیس کا وہ تکبر مقصود ہے جو اُس نے اپنے دل میں چھپا رکھا تھا ✤

منزل ۱

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اور جب ہم نے کہا فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو پس سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے قبول نہ رکھا اور تکبر کیا اور وہ تھا منکروں میں کا

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور ابلیس آگ کے شعلہ سے پیدا کیا گیا ہے اور انسان کی پیدایش تو تم لوگوں کو خود معلوم ہے یعنی مٹی اور پھر منی سے ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ تم لوگ اُلٹے ہاتھ سے مت کھایا کرو اور پانی بھی اُلٹے ہاتھ سے نہ پیا کرو کہ اُلٹے ہاتھ سے کھانے پینے کی عادت شیطان کی ہے۔ سوا ان حدیثوں کے اور بھی صحیح حدیثیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس کی پیدایش فرشتوں کی پیدایش سے بالکل الگ ہے کھانا پینا۔ مباشرت ان باتوں سے فرشتے پاک ہیں اور شیطان میں یہ سب باتیں پائی جاتی ہیں۔ اسلیئے سلف میں سے جس جماعت نے یہ کہا ہے کہ ابلیس ملائکہ کیطرح نوری جسم کا نہیں بلکہ جنات کی طرح ناری جسم کا ہے یہی قول صحیح ہے اور اللہ تعالی کے قول كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ کے اور صحیح حدیثوں کے موافق ہے۔ اس قول کے سوا جو کچھ اقوال ہیں وہ بنی اسرائیل سے لیئے گئے ہیں جن کا کچھ اعتبار نہیں کیونکہ وہ ملعون خود خدا تعالی کے روبرو کہہ چکا ہے خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ۔ جس طرح کا سجدہ ملائکہ نے اللہ کے حکم سے حضرت آدم کو کیا اسیطرح سلام کی طرح کا سجدہ اللہ تعالی کے حکم سے اگلی شریعتوں میں جائز تھا جیسا کہ سورہ یوسف میں حضرت یوسف کے بھائیوں کا حضرت یوسف کو سجدہ کرنے کا ذکر ہے مگر اب شریعت محمدی میں سوا اللہ تعالی کے اور کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ کا مطلب یہ ہے کہ علم الٰہی میں یہ امر پہلے ہی قرار پا چکا تھا کہ اگرچہ اپنی عبادت کے سبب سے ابلیس گروہ جنات میں سے نکلکر گروہ ملائکہ میں چندے داخل ہو جاویگا لیکن انجام اسکا نافرمانی کے سبب سے کفر پر ہوگا ✤

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۖ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ

اور کہا ہمنے اے آدم بس تو اور تیری عورت جنت میں اور کھاؤ اُس میں سے محظوظ ہوکر جس جگہہ چاہو اور نزدیک نہ جاؤ اُس

الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۖ وَقُلْنَا

درخت کے پس تم بے انصاف ہوگے پھر ڈگایا اُن کو شیطان نے اُس سے پھر نکالا اُنکو وہاں سے جس آرام میں تھے اور کہا ہمنے

اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝

تم سب اُترو تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تم کو زمین میں ٹھیرنا ہے اور کام چلانا ایک مدت تک

ظاہر آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم کے جنت میں جانے سے پہلے حوا پیدا ہوئی ہیں اور پھر دونوں کو جنت میں رہنے کا حکم ہوا ہے لیکن حضرت عبداللہ بن عباس عبداللہ بن مسعود اور صحابہ کی ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ پہلے تن تنہا حضرت آدم کو جنت میں رہنے کا حکم ہوا تھا۔ حضرت آدم جنت میں رہتے تھے مگر تنہائی کے سبب سے اکثر گھبرایا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت آدم جب سو رہے تھے تو اُن کی نیند کی حالت میں اللہ تعالی نے حضرت حوا کو حضرت آدم کی بائیں پسلی سے پیدا کر دیا اور ان دونوں کو جنت میں رہنے کا حکم دیا۔ بخاری مسلم میں

حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ پسلی کی ہڈی سے پیدا ہونیکے سبب سے پسلی کی ہڈی کی طرح ہر عورت کے مزاج میں ایک کجی ہے جو کوئی اُس کجی کو جھیل کر عورت کو نرمی سے رکھیگا اُس کی تو گذر ہو جاویگی ورنہ گذر مشکل ہو گی۔ مفسروں نے اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ جس جنت میں حضرت آدم و حوا کو رہنے کا حکم ہوا تھا وہ وہی آسمان پر کی جنت ہے جسمیں نیک لوگ قیامت کے دن جاوینگے یا زمین پر کوئی اور باغ اللہ تعالے نے پیدا کیا تھا۔ سلف کی بڑی جماعت کا یہی قول ہے کہ وہی آسمان پر کی جنت تھی جس درخت کے پھل کے کھانے سے اللہ تعالی نے حضرت آدم و حوا کو منع کیا تھا۔ اس میں بھی بڑا اختلاف ہے کہ وہ کونسا درخت تھا لیکن حضرت عبداللہ بن عباس سے ایک روایت ہے کہ وہ گیہوں کا درخت تھا۔ شیطان نے حضرت آدم و حوا کو کیونکر بہکایا اُسکی کیفیت اور سانپ کا ذکر یہ سب تفصیل سورۂ اعراف میں آویگی۔ حاکم کی روایت میں جسکو حاکم نے صحیح کہا ہے حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ حضرت آدم جنت میں عصر سے مغرب تک رہے مگر ہزار برس کے دن کے حساب سے یہ دنیا کے ایک سو تیس دن ہوئے۔ بعضے لوگوں نے یہ شبہ کیا ہے کہ اللہ کی خفگی کے بعد شیطان کو آسمان پر جنت میں جانا منع تھا پھر وہاں تک حضرت آدم کو بہکانے کیونکر گیا اسکا جواب سلف نے یہ دیا ہے کہ جس طرح خفگی سے پہلے شیطان آسمان پر عزت حرمت سے رہتا تھا اُس طرح سے خفگی کے بعد وہاں جانا منع ہے جب تک انسان کے دم میں دم ہے بہکانے کے لئے شیطان کو وہاں جانے کی ممانعت نہ تھی ✣

فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

پس سیکھ لیں آدم نے اپنے رب سے کئی باتیں پھر متوجہ ہوا اُسپر بیشک وہی ہے معاف کرنیوالا مہربان

اکثر سلف کے نزدیک وہ کلمات یہ تھے رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ توبہ کا وقت زیست کی ناامیدی سے پہلے ہے۔ توبہ میں تین باتیں ضروری ہیں۔ ایک تو جو گناہ ہو گیا ہے اُسپر سچے دل سے نادم اور پشیمان ہونا۔ دوسرے توبہ کے وقت دل میں خوب یہ ٹھان لینا کہ آیندہ گناہ سے باز رہونگا۔ تیسرے توبہ کے بعد دل میں گناہ سے ایک نفرت کا پیدا ہو جانا ✣

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

ہمنے کہا تم اُترو یہاں سے سارے پھر کبھی پہنچے تم کو میری طرف سے راہ کی خبر تو جو کوئی چلا میرے بتائے پر نہ ڈر ہوگا اُن کو اور

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

نہ اُن کو غم اور جو منکر ہوئے اور جھٹلائیں ہماری نشانیاں وہ ہیں دوزخ کے لوگ وہ اُسی میں رہ پڑے

جو علما حضرت آدم کے قصہ میں سانپ کی شراکت کو صحیح کہتے ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ جو فرشتے جنت کے دروازے پر تعینات ہیں وہ شیطان کو جنت میں نہیں جانے دیتے تھے۔ اسلئے شیطان سانپ کے منہ میں بیٹھ کر جنت میں گیا اور حضرت آدم و حوا کو بہکایا۔ اُن کا یہ قول ہے کہ حضرت آدم حوا ابلیس سانپ ان چاروں کو

اِہبِطُوْا مِنْہَا فرمایا ہے اور جو علما سانپ کی شراکت قرار نہیں دیتے وہ آیت میں سانپ کے ذکر کو شامل نہیں رکھتے۔ اِس باب کی روایات کا پورا ذکر سورۂ اعراف میں آویگا کیونکہ وہاں شیطان کا پورا قصہ ہی۔ اخیر آیت میں اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو جو قیامت تک پیدا ہوگی یہ جتلا دیا ہے کہ اُن کو نیک راستہ پر لگانے کے لئے اللہ تعالےٰ کے احکام لیکر اللہ کے رسول آوینگے جس کسی نے اللہ کے رسولوں کی اطاعت کی اور اللہ تعالےٰ کے احکام کے موافق عمل کیا اگرچہ قیامت کے دن میدان محشر کی گرمی۔ پیاس حساب۔ پُلصراط پر گذرنا۔ نامۂ اعمال کا تولا جانا یہ بڑے بڑے خوفناک مقام ہیں مگر دل سے رسول کی اطاعت کرنے والے لوگوں کو یہ سب مقام اللہ تعالےٰ آسان کر دیوےگا۔ اور آخرت میں اُنکو کچھ خوف و غم نہ ہوگا۔ بلکہ جنت میں وہ اپنی عقبےٰ کی زندگی بڑے عیش سے بسر کرینگے۔ ہاں جو لوگ دنیا میں اللہ کے رسول کی اطاعت سے منحرف اور اللہ کے احکام کے منکر رہینگے عقبےٰ میں ہمیشہ کے لئے اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کا حال مختصر طور پر ذکر فرمایا ہے۔ بخاری و مسلم کی متفق علیہ اور منفرد اور حدیث کی کتابوں کی صحیح روایتوں میں آنحضرت صلعم نے اِس باب میں جو فرمایا ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ پُلصراط پر سے گذر کر قیامت کے دن لوگ جنت میں جاوینگے اور اپنے اپنے عمل کے موافق کچھ لوگ پلک جھپکانے میں اور کچھ بجلی کی طرح اور کچھ لوگ ہوا اور پرند جانوروں یا تیز گھوڑوں کی طرح پُلصراط پر سے گذر جاوینگے۔ اس آیت میں اِس قسم کے اہل جنت کا ذکر ہے۔ لیکن ان حدیثوں کے موافق اُس دن بعضے گنہگار اہل کلمہ ایسے بھی ہونگے جو اپنے گناہوں کی شامت سے پُلصراط سے دوزخ میں جا پڑینگے اور جو لوگ شرک کی حالت میں نہیں مرے وہ شفاعت کے سبب سے آخر کو دوزخ سے نکلکر جنت میں جاوینگے۔ پُلصراط کی آیتوں میں پُلصراط کا اور شفاعت کی آیتوں میں اُن لوگوں کا ذکر تفصیل کے ساتھ آئے گا ✦

یٰبَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَوْفُوْا بِعَہْدِیٓ اُوْفِ بِعَہْدِکُمْ

اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان میرا جو میں نے کیا تم پر اور پورا کرو قرار میرا تو میں پورا کروں قرار تمہارا

وَاِیَّایَ فَارْہَبُوْنِ ۝ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ وَلَا تَکُوْنُوْٓا اَوَّلَ کَافِرٍۭ بِہٖ وَ

اور میرا ہی ڈر رکھو اور مانو جو کچھ اُتارا میں نے سچ بتاتا تمہارے پاس کی کتاب کو اور مت ہو تم پہلے منکر اُس کے اور

لَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا وَّاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ ۝

نہ لو میری آیتوں پر مول تھوڑا اور مجھی سے بچتے رہو

اسرائیل حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کا نام ہی۔ بنی اسرائیل اور یہود حضرت یعقوب کی اولاد کو کہتے ہیں۔ اسرائیل کے معنی ہیں اللہ کا بندہ۔ اِن آیتوں میں اُن یہود کا ذکر ہی جو مدینہ کے اطراف میں رہتے تھے جنسے مدینہ کے منافق لوگ سازش رکھتے تھے۔ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی تھے۔ اُنھوں نے بنی اسرائیل کو فرعون کی قید سے چھڑایا اور ملک شام میں اُنکو آباد کیا یہی ملک حضرت یعقوبؑ کا وطن ہی جب حضرت یوسفؑ مصر کو گئے تھے تو اُنکے سبب سے اولاد یعقوب کا بھی مصر کو جانا ہوا تھا پھر حضرت یوسفؑ کی وفات کے بعد یہ لوگ فرعون کی قید میں پھنسگئے۔ فرعون اُنسے قیدیوں کیطرح ذلیل کام لیتا تھا اور تنہا

ذلت سے اُن کو رکھتا۔ آخر حضرت موسیٰ کے عہد نبوت میں فرعون اور اُسکا لشکر سب غرق ہو کر مر گئے اور بنی اسرائیل کو اس بلا سے نجات ہوئی۔ پھر حضرت موسیٰ پر توراۃ نازل ہوئی جسمیں نبی آخر الزمان کی نشانیاں تھیں اور نبی آخر الزمان کی اطاعت کا عہد تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہود کو مخاطب ٹھیرا کر اپنی نعمتوں کے یاد دلانے کے بعد اُسی عہد کا ذکر ان آیتوں میں کیا ہے۔ مکہ کے اطراف میں یہود نہیں تھے اسلیئے جو حصہ قرآن کا مکہ میں نازل ہوا ہے اُسمیں یہود کا ذکر نہیں ہے۔ ہجرت کے بعد یہ پہلا فرقہ یہود کا ہے جسکو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مخاطب ٹھیرایا ہے اسلیئے انکو پہلا کافر فرمایا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ جسطرح اُنکو قرآن پر ایمان لانیکو کہا گیا ہے اُنکو اُسپر ایمان لانا چاہیئے کیونکہ اس قرآن کی تصدیق خود توراۃ میں موجود ہے اور اگر یہ لوگ قرآن کے منکر ہوئے تو انکے دیکھا دیکھی انکے بعد شام کے ملک کے اور بھی یہود لوگ قرآن کے منکر ہونگے گمراہوں کا فریق بنانیکے کیلیئے کہ جو لوگ انکے بعد منکر ہونگے وہ انکے ہی پیرو ہونگے اور کعب بن اشرف وغیرہ علماء و رؤسا یہود آنحضرت صلعم کی نشانیاں جو توراۃ میں تھیں اُنکو اسلیئے چھپاتے تھے کہ جاہل یہود لوگ جب آنحضرت صلعم کو سچا نبی جان لیوینگے تو آپ کی طرف انکا میلان طبع ہو جاویگا اور اس جاہل فرقہ یہود سے علماء یہود کو جو کچھ منفعت دنیوی ہے وہ بند ہو جاویگی۔ اسی تھوڑے سے لالچ کو اللہ تعالیٰ نے توراۃ کی آیتوں کا تھوڑا مول فرمایا ہے اور اس لالچ کے سبب سے جو وبال اُنپر پڑ جاویگا اُس سے انکو ڈرایا ہے۔ صحیحین میں ابو موسیٰ اشعری سے روایہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا تین شخص دنیا میں ایسے ہیں جنکو دوہرا اجر ملیگا۔ ایک اہل کتاب میں کا وہ شخص جسنے اپنے نبی اور کتاب کو بھی مانا اور قرآن کو اللہ کا کلام اور مجھکو بھی اللہ کا رسول جانا۔ دوسرا وہ غلام جسنے اپنے آقا کو خوش رکھا اور اللہ تعالیٰ کا بھی حق ادا کیا۔ تیسرا وہ شخص جسنے اپنی لونڈی کو اچھی طرح تربیت کیا اور پھر اُسکو آزاد کر کے اُس سے نکاح کر لیا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ یہود توراۃ کے عہد پر قائم رہتے تو اللہ تعالیٰ دوہرے اجر کا اپنا عہد اُن سے پورا کرتا لیکن وہ اپنے عہد پر قائم نہیں رہے۔ اِسواسطے وہ دین دنیا کی رسوائی میں پھنسینگے۔ دنیا میں اکثر اُن میں کے جلاوطن کئے گئے اور کچھ قتل ہوئے دین میں تو کھلا ٹھکانا اُن کا دوزخ ہے ✦

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ
اور مت ملاؤ صحیح میں غلط اور یہ کہ چھپاؤ سچ کو جان کر اور کھڑی کرو نماز

وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝
اور دیا کرو زکوٰۃ اور جھکو ساتھ جھکنے والوں کے

توراۃ میں نبی آخر الزمان صلعم کے اوصاف کی جو آیتیں تھیں اُنکو یہود نے بدل ڈالا تھا اور بعضے مفسروں کا قول ہے کہ یہود لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ اخیر زمانہ میں دجال جو آویگا وہ نبی آخر الزمان ہوگا۔ توراۃ کی آیتیں اُسکی شان میں ہیں اس لیئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کے کلام میں اپنی طرف سے جھوٹی باتیں نہ ملاؤ۔ اور دنیا کے تھوڑے سے لالچ کے لیئے حق بات کو نہ چھپاؤ کہ جان بوجھ کر حق بات کا چھپانا بڑے وبال کی بات ہے۔ پھر فرمایا کہ توراۃ کے معاہدہ کے موافق نبی آخر الزمان کی اطاعت قبول کر کے قرآن کے حکم کے موافق نماز اور زکوٰۃ ادا کرو کہ توراۃ کے نماز

اور زکوۃ کے احکام شریعت محمدی سے اب منسوخ ہیں اُن احکام کے موافق نماز پڑہنے اور زکوۃ ادا کرنے سے اب تمکو کچہ عقبے کا فائدہ نہو گا۔ کیونکہ شریعت موسوی کی نماز میں رکوع نہیں ہے اور شریعت موسوی میں زکوۃ مال کا چہارم حصہ ہے۔ یہ احکام اب قایم نہیں ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت انس رض سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ دجال کے ساتھ اصفہان کے یہود کا ستر ہزار لشکر ہو گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعضے مفسرین کے قول کے موافق آنحضرت صلعم کے وقت کے یہودنے توراۃ کے آیتوں کے معنی میں جو یہ غلطی ڈالدی ہے کہ توراۃ میں جو نبی آخر الزمان کے اوصاف کی آیتیں ہیں وہ دجال کی شان میں ہیں۔ یہ غلطی یہود میں دجال کے وقت تک قائم رہیگی۔ حالانکہ آخری کو دجال کا دعوے خدائی کا ہو گا۔ نبوت کا دعوی اس وقت وہ نہیں کریگا مگر شیطان کے بہکانے سے جو غلط بات کسی قوم میں جمجاتی ہے پہر وہ مشکل سے جاتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے جسکو ترمذی نے حسن اور حاکم نے صحیح کہا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص عالم کو کوئی دین کا مسئلہ معلوم ہو اور وہ اسکو چہپاوے تو ایسے شخص کے منہ میں قیامت کے دن آگ کی لگام دیجادیگی۔

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ

کیا حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بہولتے ہو آپ کو اور تم پڑہتے ہو کتاب کیا پہر نہیں بوجہتے

علماے یہود اپنی قوم کے جاہل لوگوں کو نیک کام کرنے کی نصیحت توراۃ کے موافق کرتے تہے اور خود آپ اُسی نیک کام کے کرنے کے پابند نہوتے تہے۔ اُن میں یہ بات بہی تہی کہ یوں کہنے کو تو توراۃ کی آیتوں کے موافق عمل کرنے کو اپنی قوم کے لوگوں سے کہتے تھے مگر توراۃ میں نبی آخر الزمان کی نشانیوں کی جو آیتیں تہیں اُنکو چہپاتے تہے۔ اسپر اللہ تعالی نے اُنکو یہ تنبیہ فرمائی۔ صحیحین میں اسامہ بن زید سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ دوزخ میں ایک شخص کی انتڑیاں باہر نکلی ہوئی پڑی ہونگی اور وہ اپنی انتڑیوں کے گرد پہرتا ہوگا اور عذاب میں مبتلا ہو گا۔ دوزخی لوگ اُس سے کہوینگے کہ اے شخص تو تو ہم کو نیک کاموں کی نصیحت کیا کرتا تھا۔ وہ کہویگا ہاں یہ تو سچ ہے مگر میں اُس نصیحت کے موافق عمل نہیں کرتا تھا۔ اور مسند امام احمد اور صحیح ابن حبان میں حضرت انس بن مالک رض سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ شب معراج میں آنحضرت صلعم نے کچہ لوگوں کو دیکہا جنکے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے دوزخ کے فرشتے کاٹ رہے ہیں۔ آپ نے حضرت جبریل سے پوچہا یہ کون لوگ ہیں۔ حضرت جبریل نے جواب دیا یہ آپ کی امت کے وہ عالم ہیں جو لوگوں کو تو نیک کام کرنے کی نصیحت کرتے تہے اور خود نیک کام کرنے میں غفلت کرتے تہے۔ اِن حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے علما پر طرح طرح کا عذاب ہو گا۔ اللہ تعالے امت محمدیہ کے علما کو اس بلا سے بچنے کی توفیق دیوے۔ آمین

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ

اور قوت پکڑو محنت سہارنے سے اور نماز سے اور البتہ وہ بھاری ہے مگر انہیں پر جنکے دل پگھلے ہیں جن کو

يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝

خیال ہے کہ اُن کو ملنا ہے اپنے ربسے اور اُن کو اُسی طرف اُلٹے جانا

اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالی نے یہود کو اُن کی چند بُری خصلتوں سے روکا تھا۔ اب اِس آیت میں عام طور پر ارشاد ہے کہ انسان کو اپنی بُری خصلتوں سے باز رہنے کے لئے دو چیزوں سے مدد لینی چاہئے۔ اول تو صبر یعنی شریعت میں جو باتیں منع ہیں اُنکے کرنے سے اپنے جی کو روکنا۔ دوسری چیز نماز ہے کہ آدمی کی بُری خصلتیں چھوڑا دیتی ہے۔ دل کی پریشانی دور کردیتی ہے۔ مسند امام احمد میں حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص کا ذکر آنحضرت صلعم کے روبرو اسطرح پر آیا کہ وہ رات کو تو نماز پڑہتا ہے اور دن کو چوری کرتا ہے۔ آپنے فرمایا کہ اُسکی نماز اُسکی چوری کی عادت چھوڑا دیوےگی۔ مسند امام احمد اور ابوداؤد میں حذیفہ رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کا دل جب کسی بات سے پریشان ہوتا تو آپ نماز پڑہا کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ اس طرح کی نماز جس سے بُری خصلت چھوٹ جاوے اور دل کی پریشانی رفع ہوجاوے اُن ہی لوگوں کی ہے جو نماز پڑہتے وقت خدا کا خوف دل میں رکھتے ہیں اور یہ اعتقاد اُن کے دل میں جما ہوا ہوتا ہے کہ اُن کو ایک روز خدا کے روبرو جانا ہے اور یہ نماز اُنکے نامۂ اعمال میں لکھی جاکر اُس روز خدا کے روبرو تولی جاویگی جس تول میں اسکا عیب وصواب سب کھلجاویگا۔ اور جو لوگ اوپری دل سے نماز پڑہتے ہیں اُن کی نماز میں یہ خصلتیں تو کہاں اُن کی تو نماز بار ہوجاتی ہے۔ نہ وقت کی پابندی اُن سے ہوسکتی ہے نہ رکوع سجود کے لئے اُن کو وقت ملتا ہے اور نہ ایسی نماز سے اُن کو کچھ فائدہ ہے۔ صحابہ کا قول ہے کہ جس شخص کی نماز اُسکو بدی سے نہ روکے تو یہ سمجھنا چاہیے کہ ایسے شخص نے گویا نماز ہی نہیں پڑہی کیونکہ بجاے قربت الٰہی کے ایسی نماز کے سبب سے ایسے شخص کو اللہ تعالی سے اور دوری نصیب ہوگی۔ اور ایسے ثواب عذاب کے مسئلہ میں صحابہ نے جو کچھ کہا ہے وہ اللہ کے رسول سے سُنکر کہا ہے ✦

يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝

اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان میرا جو مینے تم پر کیا اور وہ جو مینے تمکو بڑا کیا جہان کے لوگوں پر

ایک مدت تک اولاد یعقوب میں نبوت بادشاہت اور بڑی بڑی نعمتیں اللہ تعالی کی رہی ہیں حال کے بنی اسرائیل کو جو نبی آخرالزمان صلعم کے زمانہ میں مدینہ منورہ کے گرد و نواح میں رہتے تھے اُن کے بزرگوں کی حالت یاد دلانے کے لئے اور اُس حالت سے اِن حال کے یہود کو قائل کرنے کے لئے اللہ تعالے نے یہ آیتیں نازل فرمائیں تاکہ

تاکہ یہ لوگ ذرا اپنے دل میں شرمائیں کہ وہ اللہ جسنے آج انکو نبی زادے اور بادشاہزادے ہونے کا فخر عنایت فرمایا اُس فخر کی شکر گذاری کیا یہی ہے کہ اللہ کے رسول سے طرح طرح کی مخالفتیں کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں یہ لوگ پھنسے ہوئے ہیں۔ کیا اپنے بزرگوں کے قصہ میں کی یہ بات انکو یاد نہیں کہ فرعون جیسے صاحب حشمت مصر کے بادشاہ کو رسول وقت کی مخالفت نے کیا دن دکھایا۔ ان کی کیا اصل ہے کہ رسول وقت کی مخالفت کر کے یہ دنیا میں شاد و آباد رہ سکتے ہیں۔ اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ سورہ حشر کی تفسیر میں معلوم ہو جاویگا کہ رسول وقت کی مخالفت نے اِن لوگوں کو بھی وہی دن دکھایا جس سے فرعون کا قصہ یاد دلا کر اللہ تعالیٰ نے انکو ڈرایا تھا۔ تاریخی پچھلے کسی واقعہ کو حال کے کسی واقعہ کا نتیجہ جتلانے کے لئے پیش کرنا یہ ثبوت مطلب کا ایک عمدہ طریقہ ہے۔ قرآن شریف میں پچھلے قصے اکثر ایسے محل پر ذکر کئے گئے ہیں۔ مسند امام احمد اور صحیح ابن حبان وغیرہ میں بسند معتبر جو روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ آج کو موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو انکو بھی سوا شریعت محمدی کی تابعداری کے اور کوئی چارہ نہ ہوتا۔ اور ترمذی وغیرہ میں معتبر سند سے جو روایتیں ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ نبی آخر الزمان صلعم کی امت پچھلی سب امتوں سے بہتر ہے۔ اسلئے اِس آیۃ کے یہ معنی نہیں ہیں کہ حضرت موسیٰ حضرت نبی آخر الزمان صلعم یا حضرت ابراہیم سے افضل ہیں یا حضرت موسیٰ کی امت نبی آخر الزمان کی امت سے افضل ہے بلکہ وانی فضلتکم علی العالمین کے یہ معنی ہیں کہ اس زمانہ کے صاحب فضیلت بنی اسرائیل تھے۔ کیونکہ نبوت بادشاہت سب کچھ اُن کے ہی گھر میں تھا+

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ

اور بچو اُس دن سے کہ کام نہ آوے کوئی شخص کسی کے ایک ذرہ بھر اور قبول نہو اُسکی طرف سے سفارش اور نہ لیں

مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ○

اُسکے بدلے میں کچھ اور نہ اُن کو مدد پہنچے

بنی اسرائیل تورات کی آیتیں بدلنے اور چھپانے میں اللہ تعالیٰ کے رسول کو نہ جاننے میں اللہ تعالیٰ کی طرح طرح کی نافرمانی کرتے تھے اور اُسپر یہ کہتے تھے کہ ہم لوگ نبی زادے ہیں۔ دنیا میں اگر کوئی برا کام ہمسے ہو بھی جاویگا تو ہمارے بڑے قیامت کے دن اللہ کی جناب میں ہماری شفاعت کر کے ہمکو دوزخ سے بچا لیوینگے۔ بنی اسرائیل کی اس بے بنیاد توقع کو جڑ سے اُکھیڑ دینے کی تنبیہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی اور فرمادیا کہ اُس دن بے مرضی اللہ تعالیٰ کے کوئی کسی کی کسی طرح کی مدد یا سفارش نہیں کر سکتا۔ یہاں تک کہ ان کے بڑوں کے بڑے ابراہیم علیہ السلام خود اپنے باپ کی شفاعت نہ کر سکینگے۔ پھر ان کا تو کیا ذکر ہے۔ ترمذی وغیرہ میں معتبر سند سے جو روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو لوگ سوائے شرک کے اور کبیرہ گناہ کر کے بغیر توبہ کئے مر جاوینگے قیامت کے دن اُنکی شفاعت ہوگی۔ رہا شرک اُسکو تو اللہ تعالیٰ نے خود فرمادیا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ

ایشرک ہے۔ جو لوگ قبر پرستی پیر پرستی ریاکاری کے سبب سے کسی طرح کے شرک جلی یا خفی میں گرفتار ہیں اُنکو اپنے عقیدے اور عمل کی اصلاح جلدی بلکہ بہت جلدی کرنی چاہئیے۔ ورنہ قیامت کے دن سوا پچھتاوے کے اُنکو اور کچھ چارہ نہ ہوگا۔ اور اُس دن کا پچھتانا کچھ کام نہ آویگا ❊

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ
اور جب چھڑایا ہمنے تمکو فرعون کے لوگوں سے دیتے تمکو بڑی تکلیف ذبح کرتے تمہارے بیٹے اور

يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِىْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ
جیتی رکھتے تمہاری عورتیں اور اس میں مدد ہوئی تمہارے رب کی بڑی اور جب ہمنے چیرا تمہارے بیٹھنے کے ساتھ

فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝
دریا کو پھر بچا دیا تمکو اور ڈبو دیا فرعون کے لوگوں کو اور تم دیکھتے تھے

یہ پورا قصہ تو سورہ طٰہٰ سورہ شعرا اور قصص میں آویگا۔ ان آیتوں کا مطلب سمجھنے کے قابل اس قصہ کا حاصل یہ ہے کہ فرعون نے ایک خواب دیکھا تھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ نکلی ہے جس سے سوا بنی اسرائیل کے محلہ کے اور مصر کے سب گھر جل گئے۔ اُسنے نجومیوں سے اپنے اس خواب کی تعبیر پوچھی انہوں نے یہ تعبیر بتلائی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے اُسکے سبب سے فرعون کی سلطنت کو زوال ہو جاویگا۔ فرعون نے اس تعبیر سے بچنے کے لئے یہ تدبیر کی کہ اُس تاریخ سے بنی اسرائیل میں جسقدر لڑکے پیدا ہوں انکے مار ڈالنے کا اور جسقدر لڑکیاں پیدا ہوں اُنکو چھوڑ دینے کا حکم دیا مگر تقدیر الٰہی کے آگے آدمی کی کیا تدبیر چل سکتی ہے۔ آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور خود فرعون کے گھر میں اُنہوں نے پرورش پائی اور حضرت موسیٰ کے نبی ہونے کے بعد فرعون کی ظلم و زیادتی سے بچنے کے لئے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو یہ حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے اُنکے اصلی وطن ملک شام کو لیجاؤ تو حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے موافق ایک رات بنی اسرائیل کو ساتھ لیکر مصر سے کوچ کر دیا اور فرعون نے اس خبر کو سنتے ہی کئی لاکھ آدمیوں کا لشکر لیکر اُن کا پیچھا کیا اور دریائے قلزم پر بنی اسرائیل سے آملا۔ حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اپنا عصا دریا کے پانی پر مارو۔ اسکے موافق حضرت موسیٰ نے عمل کیا اور اُس سے دریا میں خشک راستہ پیدا ہو گیا۔ اس راستہ سے حضرت موسیٰ تو مع بنی اسرائیل کے دریا پار ہو گئے۔ فرعون نے اس راستہ سے جب دریا پار ہونے کا قصد کیا تو اسکے بیچ دریا میں پہنچ جانے کے بعد دریا کا پاٹ مل گیا اور فرعون اپنے لشکر سمیت ڈوب کر ہلاک ہو گیا اور فرعون کے ہاتھ سے بنی اسرائیل کو نجات ہو گئی۔ غرض آنحضرت صلعم کے زمانہ کے یہود کو ان آیتوں میں یہ پچھلا قصہ اسلئے یاد دلایا گیا ہے کہ اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل بجا لاویںگے اور رسول وقت کی مخالفت چھوڑ کر اُن کی اطاعت پر قائم ہو جاوینگے تو اطاعت رسول وقت کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہر وقت ان بزرگوں کی مدد کی ہے اُسی طرح ان کی مدد کی جاویگی۔ اور اگر اسی مخالفت رسول اور نافرمانی الٰہی پر یہ لوگ اڑے رہے

تو ایک دن فرعون اور فرعونیوں کا سا نتیجہ ان کی آنکھوں کے سامنے آجاویگا حضرت یعقوب کا اصلی وطن ملک شام ہے
حضرت یوسف جب مصر میں تھے اُسوقت حضرت یعقوب کے کنبے میں سے اور لوگ بھی مصر میں جاکر رہے حضرت
یوسف کی وفات کے بعد فرعون کی عملداری میں یہ لوگ عام رعیت کی طرح مصر میں رہتے تھے اور جب سے فرعون
نے وہ خواب دیکھا تھا اُسوقت سے جھنجلا کر بنی اسرائیل پر طرح طرح کی سختیاں شروع کردی تھیں۔ اسیواسطے
اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا تھا کہ تم بنی اسرائیل کو ان کے اصلی وطن ملک شام کو پہنچاؤ۔ قرآن شریف
میں پچھلے قصے جسطرح کسی حال کے مطلب کے ثابت کرنے کے لئے ذکر کئے جاتے ہیں اسی طرح یہ ہر ایک
قصہ نبی آخر الزمان کی نبوت کے ثبوت میں ذکر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ باوجود آدمی ہونے کے آپ کو پچھلی کتابوں
کے قصے بغیر غیبی مدد کے نہیں آسکتے تھے۔ مسند امام احمد بخاری مسلم نسائی و ابن ماجہ میں جو روایتیں ہیں اُن کا
حاصل یہ ہے کہ جب آنحضرت صلعم مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ میں آئے تو معلوم ہوا کہ مدینے کے گرد ونواح
میں جو یہود لوگ رہتے ہیں وہ عاشورے کے دن کا روزہ رکھا کرتے ہیں۔ آپنے اس روزہ کا سبب دریافت
کیا تو معلوم ہوا کہ آج ہی کے دن فرعون ڈوب کر ہلاک ہوا۔ اور اُس کے ہاتھ سے بنی اسرائیل کو اسدن
سے نجات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کے شکریہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آجکے روز روزہ رکھا تھا
اسلئے یہ لوگ بھی اُس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپنے فرمایا ان لوگوں سے مجکو حضرت موسیٰ کے شریک حال ہونے
کا زیادہ حق ہے۔ یہ فرماکر خود آپنے بھی عاشورے کے دن کا روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا +

وَإِذْ وٰعَدْنَا مُوسٰى أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ وَأَنْتُمْ ظٰلِمُونَ ۝
اور جب ہم نے وعدہ کیا موسیٰ سے چالیس رات کا پھر تمنے بنالیا بچھڑا اسکے پیچھے اور تم بے انصاف ہو

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَإِذْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتٰبَ وَ
پھر معاف کیا ہمنے تمکو اسپر بھی شاید تم احسان مانو اور جب دی ہمنے موسیٰ کو کتاب اور

الْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝ وَإِذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ
چکوتی شاید کہ تم راہ پاؤ۔ اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو اے قوم تمنے نقصان کیا اپنا

بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوبُوا إِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ
یہ بچھڑا بناکر اب توبہ کرو اپنے پیدا کرنے والیکی طرف اور مار ڈالو اپنی اپنی جان یہ بہتر ہے تمکو اپنے خالق کے پاس

فَتَابَ عَلَيْكُمْ إِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً
پھر متوجہ ہوا تمپر برحق وہی ہے معاف کرنے والا مہربان اور جب تمنے کہا اے موسیٰ ہم یقین نہ کرینگے تیرا جبتک نہ دیکھیں اللہ کو سامنے

فَأَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝
پھر لیا تم کو بجلی نے اور تم دیکھتے تھے پھر اُٹھا کھڑا کیا ہمنے تمکو مرے پیچھے شاید تم احسان مانو

پورا قصہ تو سورۂ اعراف اور طٰہٰ میں آویگا۔ اِن آیتوں کا مطلب سمجھنے کیلئے اس قصے کا حاصل یہ ہے کہ جب فرعون کے ہاتھ سے بنی اسرائیل کو نجات ہوگئی تو بنی اسرائیل کو راہِ راست پر چلانے کے لئے اللہ تعالی نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ وہ کوہِ طور پر آنکر چالیس راتیں رہیں اور اللہ تعالی کی عبادت کریں تو پھر اُنپر تورات نازل کیجاویگی۔ اس حکم کے موافق حضرت موسیٰ حضرت ہارون کو اپنے خلیفہ کے طور پر بنی اسرائیل کی نگرانی کیلیے چھوڑ کر خود کوہِ طور پر چلے گئے۔ بنی اسرائیل جس رات مصر سے نکلے اُس رات فرعونیوں سے ایک شادی کا بہانہ کرکے تمام رات سفر کی تیاری کیلئے جاگتے رہے اور اُس شادی کے حیلہ سے اُنہوں نے فرعونیوں سے کچھ گہنا پاتا بھی مانگے کو لیا تاکہ فرعونیوں کو اُنکا یقین ہوجاوے اور خلافِ عادت رات بھر جاگنے کا سبب کسی فرعونی کو معلوم نہ ہوسکے۔ اُسی رات کی صبح کو فرعون اور فرعونی تو سب ہلاک ہوگئے۔ اِس لئے اُس زیور کا کوئی طلبگار باقی نہ رہا۔ اور زیور جوں کا توں بنی اسرائیل کے پاس رہا۔ حضرت موسی کے کوہِ طور پر جانے کے بعد حضرت ہارون کو جو اُس زیور کا خیال آیا تو اُنہوں نے بنی اسرائیل سے کہا یہ زیور پرائی امانت ہے اس کا تم لوگوں کے پاس رہنا مناسب نہیں ہے۔ حضرت موسی کے واپس آنے تک تم زمین میں ایک گڑہا کھود کر اِس زیور کو دبا دو۔ حضرت موسیٰ کے آنے پر اس زیور کا کچھ فیصلہ ہوجاویگا۔ بنی اسرائیل نے ایسا ہی کیا لیکن بنی اسرائیل میں سامری نام کا جو ایک سُنار تھا اُسنے اُس زیور کو اُس گڑھے میں سے نکالکر گلا دیا اور اُس کا ایک بچھڑا گھڑا اور فرعون کے ڈوبنے کے وقت یا حضرت موسی کے کوہِ طور بلائے جانے کے وقت حضرت جبرئیل کے گھوڑے کے سُم کے نیچے کی ذراسی مٹی جو اُسنے اُٹھا رکھی تھی وہ اُس بچھڑے کے مُنہ میں ڈالدی جس سے وہ بچھڑا بولنے لگا اور آٹھ ہزار بنی اسرائیل نے اُس بچھڑے کی پوجا شروع کردی۔ سامری نے یہ مٹی اسلئے اُٹھالی تھی کہ اُس کی نظر پڑگئی تھی کہ حضرت جبرئیل کے گھوڑے کا سُم جہاں پڑتا تھا وہاں ہری گھانس نکل آتی تھی۔ اِس نے یہ سوچکر کہ اِس مٹی کو جہاں ڈالا جاویگا ضرور کچھ نہ کچھ اثر دکھاویگی۔ یہ مٹی بچھڑے کے منہ میں ڈالدی اور علمِ ازلی میں جو وقعہ ٹھیر چکا تھا وہ اِس مٹی کے ڈالنے سے پیش آیا۔ حضرت موسی علیہ السلام نے کوہِ طور پر سے واپس آنکر جب یہ حال دیکھا تو حضرت ہارون بنی اسرائیل اور سامری پر بہت خفا ہوئے۔ اور اُس بچھڑے کو توڑ کر چورا چور کر ڈالا اور دریا میں پھینکدیا اور بنی اسرائیل میں کے ستر آدمی اچھے نیک چھانٹ کر پھر کوہِ طور پر بنی اسرائیل کی توبہ کی سفارش کے لئے گئے اور جب اللہ تعالی سے حضرت موسیٰ کی ہمکلامی ہوئی تو اِن ستر آدمیوں نے اللہ تعالی کے دیدار کی خواہش کی۔ اور اِس ناممکن خواہش کی گستاخی کی سزا میں اِن پر بجلی گری اور مرگئے اور پھر حضرت موسیٰ کی دعا سے زندہ ہوئے اور بچھڑا پوجنے والوں کی سزا یہ قرار پائی کہ اُنکو قتل کیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تورات کیلئے جانے میں اور ضمنی جو پیدا ہوئے تھے آیتوں کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجانے کی غرض سے اُن سب کو ایک جگہہ بیان کردیا گیا ہے۔ وَاِذْ آتَیْنَا مُوسَی الْکِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ کی تفسیر میں اکثر سلف کا اتفاق ہے کہ مراد کتاب سے اس آیت میں تورات ہے لیکن فرقان کی تفسیر میں علماء سلف کے چند قول ہیں اولی یہی قول ہے کہ فرقان سے مراد عصا، یدِ بیضا وغیرہ حضرت موسیٰؑ کے معجزات ہیں اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ مثل اور انبیا کے اللہ تعالی نے علاوہ کتاب آسمانی کے معجزات بھی موسیٰؑ کو دیے کہ معجزات کو دیکھکر اُنکے نبی برحق ہونیکا جلدی یقین ہوجاوے۔ جیسا کہ عصا کا معجزہ دیکھکر حضرت موسیٰؑ کو نبی

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ ۖ كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ

اور سایہ کیا ہمنے تمپر ابر کا اور اُتارا تم پر من اور سلوے کھاؤ ستھری چیزیں جو دیں ہمنے تمکو

وَمَا ظَلَمُونَا وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا

اور ہمارا کچھہ نقصان نہ کیا پر اپنا ہی نقصان کرتے رہے اور جب کہا ہمنے داخل ہو اس شہر میں اور کھاتے پھرو

مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ

اُس میں جہاں چاہو محفوظ ہوکر اور داخل ہو دروازے میں سجدہ کرکر اور کہو گناہ اترے تو بخشیں ہم تمکو تقصیریں تمہاری

وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنزَلْنَا عَلَى

اور زیادہ بھی دینگے نیکی کرنے والوں کو پر بدل لی بے انصافوں نے اور بات سوائے اُسکے جو کہدی تھی اُن کو پھر اُتارا ہمنے

الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝ وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ

بے انصافوں پر عذاب آسمان سے اُنکی بے حکمی پر اور جب پانی مانگا موسےٰ نے اپنی قوم کے واسطے

فَقُلْنَا اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۖ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ

توکہا ہمنے مار اپنے عصا سے پتھرکو پھر بہ نکلے اُس سے بارہ چشمے پہچان لیا ہر قوم نے

مَّشْرَبَهُمْ ۖ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِن رِّزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ وَإِذْ قُلْتُمْ

اپنا گھاٹ کھاؤ اور پیو روزی اللہ کی اور نہ پھرو ملک میں فساد مچاتے اور جب کہا تمنے

يَا مُوسَىٰ لَن نَّصْبِرَ عَلَىٰ طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ مِن

اے موسےٰ ہم نہ صبر کرینگے ایک کھانے پر سو پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ نکالدے ہمکو جو اُگتا ہے زمین سے

بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۖ قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ

زمین کا ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز بولا کیا تم چاہتے ہو ایک چیز جو ادنےٰ ہے

بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ ۚ اهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُم مَّا سَأَلْتُمْ ۗ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ

بدلے ایک چیز کے جو بہتر ہے اُترو کسی شہر میں تو تمکو ملے جو مانگتے ہو اور ڈالی گئی اُن پر ذلت اور

الْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ ۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ

محتاجی اور کما لائے غصہ اللہ کا یہ اُس پر کہ وہ تھے نہ مانتے حکم اللہ کے اور خون کرتے

النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ۝

نبیوں کا ناحق یہ اُس سے کہ بے حکم تھے اور حد پر نہ رہتے تھے

پورا قصہ تو سورۂ مائدہ میں آویگا مگر اِن آیتوں کا مطلب اُس قصہ کے اِس قدر خلاصہ سے سمجھہ میں آسکتا ہے کہ بیت المقدس میں اُس زمانہ میں جبکہ بنی اسرائیل مصر سے نکلے تھے قوم عاد کے بقیہ لوگ بستے تھے جو عمالقہ قوم کے نام سے مشہور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو ساتھ لیکر عمالقہ قوم سے لڑو۔ اللہ کے

حکم سے یہ بستی فتح ہوجاویگی اور اُسمیں بنی اسرائیل بس جاوینگے۔ یہ کنعانی عمالقہ نام کے لوگ قوی اور صاحب جسامت تھے
انکا حال سنکر بنی اسرائیل نے اُنکے ساتھ لڑنیسے انکار کیا۔ اس شرارت اور گستاخی کی سزا میں ملک شام اور مصر کے درمیان کے
ایک جنگل میں چالیس برس تک بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے قید کردیا۔ دھوپ کے وقت اُس جنگل میں اُنپر ایک ابر کا سایہ ہوتا
تھا۔ من وسلویٰ اُنکی غذا تھی۔ حضرت موسیٰؑ کے معجزہ سے ایک پتھر پر عصا مارنیسے آدمیوں اور جانوروں کی ضرورت کیموافق
پانی نکلتا تھا۔ اس جنگل میں من اور سلویٰ کھاتے کھاتے اُکتا کر بنی اسرائیل نے پیاز و لہسن وغیرہ کھانیکی چیزوں کی خواہش کی تھی بعضے
مفسروں کا قول ہے کہ یہ ابر کا سایہ قید کے جنگل میں نہیں تھا بلکہ مصر سے نکلکر بنی اسرائیل جب ملک شام کو جارہے تھے یہ سایہ اُسوقت تھا مگر حضرت عبداللہ
بن عباس رضہ کی نسائی کی روایت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابر کا سایہ قید کے جنگل میں تھا مفسرین نے لکھا ہے کہ من تو ترنجبین
کا نام ہے اور سلویٰ ایک قسم کے جانور تھے جو بنی اسرائیل کے پڑاؤ کی جگہہ آجاتے تھے۔ اور بنی اسرائیل بلا دقت
ان کو پکڑ لیتے اور ذبح کرکے کھالیتے تھے۔ سوا ابوداؤد کے صحاح ستہ میں جو روایت ہے کہ کھنبی من کی قسم سے ہے اسکے
معنی یہ ہیں کہ جس طرح بنی اسرائیل کو وہ کھانا بلا دقت بہم پہنچ جاتا تھا اُسی طرح کھنبی بغیر کسی کے بونے کے پیدا ہوجاتی
ہے۔ سورہ رعد میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم جس کا مطلب یہ ہے
کہ اللہ تعالیٰ جس قوم پر اپنی کریمی سے کچھ انعام و احسان کرتا ہے تو جبتک اُس قوم کے لوگ خدا تعالیٰ کی نافرمانی نہ کریں۔
اُسوقت تک وہ انعام و احسان الٰہی قائم رہتا ہے۔ آخر رکوع تک ان آیتوں کا حاصل مطلب بھی یہی ہے کہ باوجود اللہ تعالیٰ
کے طرح طرح کے احسانات کے بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کے ساتھ حد سے زیادہ بدسلوکی کی یہاں تک
کہ انکو شہید کرڈالا اور عمالقہ کی بستی جب فتح ہوگئی تو جس رخ سے انکو اس بستی میں داخل ہونے کا حکم تھا اُس حکم کے بجا
لانے میں اُنہوں نے نافرمانی کی اور من وسلویٰ جو بغیر محنت و مشقت کے انکو کھانے کو ملتا تھا اُس کی ناشکری کرکے
اُنہوں نے یہ کہا کہ اس ایک کھانے سے ہمارا دل نہیں بھرتا۔ غرض اس طرح کی ان کی نافرمانیوں سے اللہ تعالیٰ کا
ان پر غصہ ہوا اور وہ بے محنت و مشقت کا کھانا بند ہوکر ہمیشہ کی ذلت و خواری انکے پیچھے لگ گئی۔ چنانچہ اب یہود
لوگ جہاں نظر آتے ہیں اُن میں خوشحال بہت کم ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے موافق قیامت تک
اِس قوم کا یہی حال رہویگا۔ اُسی مضمون کو مختصر طور پر اس آیہ میں فرمایا ہے کہ اُنہوں نے ہمارا کچھہ نہیں کیا پر
اپنا ہی نقصان کرتے رہے۔ مسند امام احمد میں بسند معتبر حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہے
کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے بڑھکر عذاب اُس شخص پر ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے کسی نبی کو قتل کرے۔
یا اللہ تعالیٰ کا کوئی نبی اُسکو قتل کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ علاوہ دنیا کے مواخذہ کے قیامت کے دن حضرت زکریا و یحییٰ اور
اور انبیا کے قتل کے مواخذہ میں یہود پر بڑا عذاب ہوگا۔ اِن آیتوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہوں کے سبب سے
اللہ تعالیٰ کا طرح طرح کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو گناہ سے بچاوے تاکہ اللہ تعالیٰ کی ہر ایک
طرح کی بلا سے دنیا میں امن رہے۔ جب عمالقہ کی بستی فتح ہوئی تو حکم تھا کہ اُس بستی کے دروازہ میں شکریہ کا سجدہ کرکے جاؤ
اور حطۃ کا لفظ کہو جسکے معنی گناہوں کے زائل ہوجانے کے ہیں۔ بنی اسرائیل نے یہ شرارت کی کہ بجائے سجدہ کے تو

چوتڑوں کے بل گھسکنے لگے اور بجائے حطہ کے حنطہ کہا جسکے معنی گیہوں کے ہیں۔ اس شرارت کے وبال سے
اُن میں طاعون پھیلا اور دوپہر کے عرصہ میں ستر ہزار کے قریب آدمی ہلاک ہوگئے +

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
بات یوں ہے کہ جو لوگ مسلمان ہوئے اور جو لوگ یہودی ہوئے اور نصرانی اور صابئین جو کوئی یقین لایا اللہ پر اور پچھلے دن پر
وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○
اور کام کیا نیک تو اُن کو ہے اُن کی مزدوری اپنے رب کے پاس اور نہ اُن کو ڈر ہے اور نہ وہ غم کھاویں

یہود اپنے آپ کو حق پر بتلاتے تھے اور نصارا اپنے آپ کو اور صابی لوگ کسی رسول کے پیرو نہیں وہ اپنے آپ کو حق
پر کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حق پر وہی ہے اور اُسی کو اللہ کے نزدیک اجر پانے کا حق ہے اور وہی قیامت کے
دن اجر پاوے گا جو اللہ پر ایمان لاوے اور اللہ پر ایمان لانا اُسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہر وقت کے مناسب
حال جو اللہ کی شریعت ہر ایک اللہ کے رسول لاتے ہیں اُس شریعت کی پیروی کی جاوے۔ صحیحین میں حضرت جبرئیل
کے قصہ کی جو حدیث ہے اُسمیں حضرت جبرئیل نے آنحضرت صلعم سے سائل بنکر پوچھا ہے کہ ایمان کیا چیز ہے آپنے
جو جواب دیا ہے اُسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ اور اُسکے فرشتوں اور اُسکے سب رسولوں اور آسمانی کتابوں کے یقین
کو ایمان کہتے ہیں۔ اس آیت میں جو لفظ من اٰمن باللہ کا آیا ہے اُس کی یہ حدیث تفسیر ہے جس سے معلوم
ہوتا ہے کہ آخری زمانہ میں نبی آخر الزمان اور قرآن پر ایمان لانے کے بغیر کسی دین والے شخص کی نجات نہیں
ہو سکتی۔ اسی واسطے حضرت ابوہریرہ رض کی روایۃ جو مسلم میں ہے اُس میں آپ نے صاف فرمایا ہے کہ کوئی شخص خواہ
یہودی ہو یا نصرانی میرا حال سنکر مجھپر ایمان نہ لاویگا تو ایسے شخص کا ٹھکانا دوزخ ہے +

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ۭ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا
اور جب لیا ہمنے قرار تم سے اور اونچا کیا تم پر پہاڑ پکڑو جو ہمنے دیا زور سے اور یاد کرتے رہو جو
فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ
اُسمیں ہے شاید تمکو ڈر ہو پھر تم پھر گئے اس کے بعد سو اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر اور
رَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ○
اُس کی مہر تو تم خراب ہوتے

یہ پورا قصہ تو سورہ اعراف میں آویگا حاصل اُسکا یہ ہے کہ فرعون کے ہلاک ہو جانے کے بعد پہلے تو بنی اسرائیل نے حضرت
موسیٰ علیہ السلام سے یہ خواہش ظاہر کی کہ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے کچھ احکام اللہ تعالیٰ کی عبادت کے طریقے بتلانے کے
ہم پر نازل ہو جاویں تو اپنے دشمن فرعون سے نجات پانے کے شکریہ میں ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت اُن احکام الٰہی کے

موافق خوب دل لگا کر کرینگے جب توراۃ نازل ہوئی تو کہنے لگے کہ یہ احکام سخت ہیں۔ ان کے موافق تو ہم سے عمل نہیں ہو سکتا اُسپر حضرت جبرئیل نے اللہ تعالی کے حکم سے ایک پہاڑ جڑھ سے اُکھیڑ کر بنی اسرائیل کے سروں پر اُسکا سایہ ڈالا اور یہ کہا کہ اگر تم لوگ کتاب الٰہی کے موافق عمل کرنے سے انکار کرو گے تو یہ پہاڑ تمہارے سروں پر پٹخ دیا جاویگا۔ حضرت جبرئیل کے اس ڈرانے سے آخر بنی اسرائیل نے توراۃ پر عمل کرنے کا عہد کیا۔ اللہ تعالےٰ نے اس آیۃ میں آنحضرت صلعم کے زمانہ کے یہود کو وہ بات یاد دلائی ہے کہ جس توراۃ پر ایسی سختی سے عمل کرنے کا عہد تمہارے بڑوں سے لیا جا چکا ہے اُسی توراۃ میں نبی آخر الزمان کے اوصاف اور اُن پر ایمان لانے کا عہد موجود ہے تم لوگ جو اس عہد کے پورا کرنے میں طرح طرح کے فریب حیلے اور بدعہدی کر رہے ہو اس کا وبال ایک نہ ایک دن تمہارے اوپر پڑنے والا ہے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ یہ وبال آخر کو اُن لوگوں پر پڑا جس کا ذکر سورہ حشر میں آویگا +

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ ۝ فَجَعَلْنٰهَا
اور جان چکے ہو جنہوں نے تم میں زیادتی کی ہفتے کے دن میں تو ہم نے کہا ہو جاؤ بندر پھٹکارے پھر ہم نے وہ

نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝
دہشت رکھی اُس شہر کے روبرو والوں کو اور پیچھے والوں کو اور نصیحت رکھی ڈر والوں کو

یہ ایک دوسرا قصہ ہے جو آنحضرت صلعم کے زمانہ کے یہود کو یاد دلایا گیا ہے۔ یہ قصہ بھی سارا تو سورہ اعراف میں آوے گا حاصل اُسکا یہ ہے کہ دریا کے کنارے ایک بستی ایلہ نام کی تھی جسمیں کچھ یہود رہتے تھے۔ ہفتہ کے دن یہود کو سوائے عبادت کے اور سب کام حرام ہیں۔ اس لئے اُن یہود کو جو ایلہ میں دریا کے کنارے رہتے تھے ہفتے کے دن مچھلیاں پکڑنی حرام تھیں لیکن اُنہوں نے طرح طرح کے حیلے نکال کر آخر ہفتے کے دن مچھلیاں پکڑیں اور اسی نافرمانی کی سزا میں اُن پر یہ عذاب آیا کہ وہ آدمی سے بندر ہو گئے تاکہ اُس بستی کے آس پاس جو یہود رہتے تھے ان بندروں کا حال دیکھکر انکو عبرت اور اللہ سے ڈرنے والوں کو نصیحت ہو۔ حال کے یہود جو توراۃ کی آیتوں کے عمل کرنے میں طرح طرح کے حیلے اور فریب کا نتھ رہے تھے اُن کو اس قصہ کے انجام سے ڈرایا گیا تھا مگر اُن کو سورہ حشر کا انجام آخر کو اُن کے ڈھیٹ پنے نے دکھایا حضرت ابوہریرہ رض سے صحیح روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے لوگو تم اُس طرح کے حیلوں میں نہ پڑو جس طرح یہود نے بعضے حیلوں سے حرام کو حلال کر لیا۔ اس حدیث میں حیلوں کی ممانعت ہے +

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ط قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ط
اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو اللہ فرماتا ہے تمکو کہ ذبح کرو ایک گائے بولے کیا تو ہم کو پکڑتا ہے ٹھٹھے میں

قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝
کہا پناہ اللہ کی اِس بات سے میں ہوں ناداںوں میں

سلف کی تفسیروں میں یہ قصہ مختلف لفظوں سے نقل کیا گیا ہے مگر تفسیر ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن عباس رض

کی روایتہ سے اس قصہ کا حاصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص بڑا مالدار تھا۔ اُسکے کوئی اولاد نہیں تھی فقط ایک
اُسکا بھتیجا غریب سا تھا۔ اس مالدار شخص کے مرنے کے بعد یہی اُس کا بھتیجا اُس کا وارث ٹھیرتا تھا۔ مال کے جلدی سے
ہاتھ آجانے کے لالچ سے اُسکے اِس بھتیجے نے موقع دیکھکر اپنے چچا کو مارڈالا۔ اور پاس کے ایک گاؤں کے دروازہ پر لاش
ڈالدی اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آنکر اپنے چچا کے خون کا دعوےٰ کیا۔ اُسپر اللہ تعالیٰ نے ایک گائے کے
ذبح کرنے کا اور اُس گائے کے گوشت کا ایک ٹکڑا اُس مقتول شخص کے جسم پر مارنے کا حکم دیا۔ پہلے تو بنی اسرائیل نے
یہ سمجھا کہ گائے کے ذبح کرنے کا ذکر حضرت موسیٰ نے دل لگی سے کیا ہے کیونکہ مقتول شخص کے قاتل کا حال دریافت کرنے
اور گائے کے ذبح کرنے میں کچھ تعلق نہیں پایا جاتا۔ لیکن اُن کو جب یہ معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے تو اُنہوں نے
بڑے جھگڑے اس گائے کی صفتیں دریافت کرنے میں نکالے جن سے وہ گائے خاص صفتوں کی ایک گائے ہوگئی
آخر اُن صفتوں کی ایک گائے بہم پہنچی اور وہ ذبح کی گئی اور اُس کا ایک ٹکڑا اُس مقتول شخص کے جسم پر مارا جس تھوڑی
دیر کے لئے وہ مقتول شخص زندہ ہوا اور اُس نے اپنے بھتیجے کو اپنا قاتل بتلایا اور پھر مرگیا۔ اِس ٹکڑے کا یہ حال کہ وہ
کس جگہ کا ٹکڑا تھا کسی صحیح روایت میں نہیں ہے اسلیے جن تفسیروں میں اُس ٹکڑے کو خصوصیت کے ساتھ نام لیکر ذکر
کیا ہے وہ اہل کتاب کی روایتوں کی بناء پر ہے جن روایتوں پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ آنحضرت صلعم کے زمانہ کے یہود
کو یہ قصہ اس لئے یاد دلایا گیا ہے کہ گائے کے ذبح کے حکم میں طرح طرح کے جھگڑے نکالنے سے جس طرح اُن کے بڑے
ایک سختی اور مشکل میں پھنسگئے اسی طرح نبی آخر الزمان کی فرمانبرداری کے حکم میں یہ لوگ طرح طرح کے جھگڑے جو نکالتے ہیں
یہ بات اُن کے حق میں مضر ہے اور آخر کو یہ لوگ اس سے کسی نہ کسی سختی میں پھنس جاوینگے۔ اور نبی آخر الزمان کے اوصاف
کی آیتوں کے چھپانے میں یہ لوگ طرح طرح کے حیلے جو کر رہے ہیں یہ اُن کے حیلے چھپ نہیں سکتے۔ بلکہ ایک دن
یہ حیلے اسی طرح کھلجاوینگے جس طرح آخر کو اُن کے بڑوں میں اس قاتل کا حیلہ کھل گیا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے گائے
کے ذبح کا ذکر پہلے اور مقتول کے قتل کا ذکر بعد کو فرمایا ہے تاکہ قصہ میں جو تنبیہ کا ذکر ہے وہ پہلے آجاوے۔ مسند
امام احمد میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کوئی شخص ایک
ٹھوس پتھر کے اندر گھسکر بھی کوئی کام کرے تو اُسکا وہ کام ایک نہ ایک دن لوگوں پر کھلجاویگا۔ حاکم نے اس
حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے +

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ عَوَانٌ
بولے پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ بیان کرے ہمکو وہ کیسی ہے کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی نہ بن بیاہی میانہ ہے
بَيْنَ ذَٰلِكَ ۖ فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ
اُن کے بیچ اب کرو جو تمکو حکم ہے بولے کہ پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ بیان کردے ہمکو کیسا ہے رنگ اُسکا کہا وہ فرماتا ہے
إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النَّاظِرِينَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ إِنَّ
وہ ایک گائے ہے زرد ڈہڈہا اُس کا رنگ خوش آتی ہے دیکھنے والوں کو بولے پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو بیان کردے ہمکو کس قسم میں ہے وہ

إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ۝ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا ذَلُولٌ

گایوں میں شبہ پڑا ہے ہم کو اور ہم اللہ نے چاہا تو راہ پاوینگے کہا وہ فرماتا ہے وہ ایک گائے ہے محنت والی نہیں

تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَا شِيَةَ فِيهَا ۚ قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ

کہ باہتی ہو زمین کو یا پانی دیتی ہو کھیت کو بدن سے پوری ہے داغ کچھ نہیں اُس میں بولے اب لایا تو ٹھیک بات

فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ۝

پھر اُسے ذبح کیا اور لگتے نہ تھے کہ کرینگے

تفسیر ابن جریر میں بسند صحیح حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے جھگڑوں سے اس قصہ کے اوصاف سخت ہو گئے۔ اگر وہ لوگ بغیر ان جھگڑوں کے ایک معمولی گائے ذبح کر لیتے تو مشکل پیش نہ آتی۔ اس گائے کی بیش قیمتی کی جو روایتیں ہیں وہ اہل کتاب سے لی گئی ہیں جن پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ عکرمہ سے سند صحیح سے روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین اشرفی کو یہ گائے خریدی گئی تھی ✦

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا ۖ وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ۝ فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ

اور جب تم نے مار ڈالا تھا ایک شخص پھر لگے ایک دوسرے پر دھرنے اور اللہ کو نکالنا ہے جو تم چھپاتے تھے پھر ہم نے کہا مارو اس مردہ کو اس گائے کا ایک ٹکڑا

كَذَٰلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝

اسی طرح جلاویگا اللہ مردے اور دکھاتا ہے تمکو اپنے نمونے شاید کہ تم سمجھو

شروع قصہ کا یہی ہے مگر حسن ترتیب کے لئے قصے کی ترتیب بدل گئی ہے اس کا ذکر اوپر گذر چکا۔ اس سورہ میں مردے کے زندہ ہونے کا ذکر پانچ آیتوں میں جگہ بہ جگہ آیا ہے تاکہ منکرین حشر کے دل میں اچھی طرح یہ جم جاوے کہ جس طرح ان مردوں کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا اسی طرح سب مردے حشر کے دن زندہ کئے جاوینگے اور یہود لوگ اگرچہ حشر کے منکر نہیں ہیں لیکن حشر کے ذکر سے اُن کے دل میں یہ بات جم جاوے کہ آخر حشر نیک و بد کے حساب و سزا و جزا کے لئے ہے۔ پھر حشر کی اصلی غرض کو بھول کر عقبے کے مضر کام کرنا بڑی نادانی کی بات ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہے جو اپنے نفس پر قادر رہ کر دنیا میں موت کے مابعد کے کاموں میں لگا رہے اور نادان وہ ہے جو نفس کے تابع ہو کر دنیا میں موت کے مابعد کی باتوں کو بھول جاوے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے ✦

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا

پھر تمہارے دل سخت ہو گئے اس سب کے بعد سو وہ ہیں جیسے پتھر یا اس سے بھی سخت اور پتھروں میں تو وہ بھی ہیں جنسے

لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا یَشَّقَّقُ فَیَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا یَهْبِطُ مِنْ خَشْیَةِ

پھوٹتی ہیں نہریں۔ اور ان میں تو وہ بھی ہیں جو پھٹ جاتے ہیں اور نکلتا ہے اُنسے پانی اور اُن میں تو وہ بھی ہیں جو گر پڑتے ہیں اللہ

اللّٰهِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

کے ڈر سے اور اللہ بیخبر نہیں تمہارے کام سے

تفسیر ابن جریر میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جب اُس شخص نے تھوڑی دیر کیلئے زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام بتلا دیا اور پھر وہ مرگیا تو اُسکے قاتل اور اُسکے ساتھیوں نے اُسپر بھی اُس شخص کے قول کو جھٹلا دیا۔ اور اُسکے قتل سے صاف انکار کر دیا۔ اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اِن یہود لوگوں کے دل بالکل پتھر یا پتھر سے بھی زیادہ ایسے سخت ہو گئے ہیں کہ پتھر میں جو نرمی کی باتیں کچھ پائی جاتی ہیں اُسقدر نرمی بھی اُنکے دلوں میں باقی نہیں رہی۔ ابن کثیر میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جب تیرہ برس کا عرصہ قرآن شریف کو نازل ہوتے ہوئے ہو گیا اور مسلمانوں کے دل پر قرآن شریف کی نصیحتوں کا اثر کامل طور سے خدا تعالیٰ نے نہیں دیکھا تو سورۂ حدید کی آیۃ ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیہم الامد فقست قلوبھم اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی۔ امد کے معنی مدت کے ہیں۔ اور حاصل مطلب اِس سورۂ حدید کی آیۃ کا یہ ہے کہ اہل کتاب میں تو مدت سے کوئی نبی نہیں ہے۔ جدید وحی کے ذریعہ سے اب کوئی نصیحت اُن پر نازل نہیں ہوتی۔ نبی آخر الزمان پر قرآن شریف کے ذریعہ سے جو نصیحتیں نازل ہوتی ہیں اُن کو یہ اہل کتاب مانتے نہیں۔ اِس لئے اِن کے دل سخت ہو گئے لیکن اے مسلمانوں تم میں تو نبی موجود ہے روز جدید نصیحتیں قرآن شریف کے ذریعہ سے نازل ہوتی ہیں۔ تم کو اہل کتاب کی طرح سخت دل نہیں ہونا چاہیئے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ نبوت کا زمانہ دور ہو جانے سے امت کے دل سخت ہو جاتے ہیں۔ اسیواسطے آپ نے خیر القرون قرنی فرمایا۔ یہ دوری نبوت اور نزدیکی قیامت کا زمانہ اب ہم لوگوں کا ہے۔ ہم کو چاہئے کہ قرآن شریف اور حدیث کی پرانی نصیحتوں کو نیا خیال کریں۔ اور پڑھنے سے سننے سے جس طرح ممکن ہو اُن نصیحتوں کے اثر سے اپنے دلوں کو نرم کرتے رہیں۔ ورنہ بڑی خرابی ہے۔ ترمذی اور موطا میں جو روایتیں ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ باتیں کرنے سے آدمی کا دل سخت ہو جاتا ہے۔ اسلئے بہت سی صحیح حدیثوں میں خاموشی کی بڑی تعریف اور فضیلت آئی ہے۔ پتھروں کی کچھ حالتیں جو اِن آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں بعضے مفسروں نے طرح طرح کی تاویلیں کی ہیں۔ لیکن اُن تاویلوں کی کچھ ضرورت نہیں ہے آیۃ وان من شئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم۔ اور صحیح مسلم کی اُس روایۃ سے جس میں آپ نے فرمایا ہے میں اُس پتھر کو خوب پہچانتا ہوں جو نبوت سے پہلے مجھ سے سلام علیک کیا کرتا تھا۔ اور اِس قسم کی اور آیات اور احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے پتھر اور پتھر جیسی اور بیجان چیزوں میں ایک طرح کی سمجھ دی ہے جو ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ یہ جو چیز ہماری سمجھ سے باہر ہے اُسکی صحیح تاویل

ہم کیا کر سکتے ہیں۔ اخیر آیتوں پر اللہ تعالیٰ نے یہود کو یہ تنبیہ کی ہے کہ اپنی سخت دلی کے سبب سے جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں اُس سے اللہ غافل نہیں ہے اُسکو سب خبر ہے۔ وہ وقت آنیوالا ہے کہ ایک دن اُن کی پوری خبر لیجاویگی سورۂ حشر کی تفسیر میں معلوم ہوگا کہ دنیا میں تو وہ وقت آچکا۔ عقبے کا مواخذہ ابھی ان سے باقی ہے جو سب کی آنکھوں کے سامنے ہوگا ✣

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَهٗ

کیا اب تم اے مسلمان توقع رکھتے ہو کہ وہ مانیں تمہاری بات اور ایک لوگ تھے اُن میں کے سنتے تھے کلام اللہ کا پھر اُسکو بدل ڈالتے تھے

مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَا

بعد سمجھ لینے کے اور وہ اُس کو جانتے تھے اور جب ملتے ہیں مسلمانوں سے کہتے ہیں مسلمان ہوئے اور جب اکیلے ہوتے ہیں

بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْۤا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ لِیُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ

ایک دوسرے پاس کہتے ہیں تم کیوں کہہ دیتے ہو اُنسے جو کھولا ہے اللہ نے تمپر کہ جھٹلا دیں تم کو اُس سے تمہارے

رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ اَوَلَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۝

رب کے آگے کیا تم کو عقل نہیں کیا اتنا بھی نہیں جانتے کہ اللہ کو معلوم ہے جو چھپاتے ہیں اور جو کھولتے ہیں

اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی سخت دلی کا ذکر فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ مدینے کی اطراف میں جو یہود رہتے ہیں اُن کے بڑوں سے یہ بات چلی آتی ہے کہ جوں جوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں یہ لوگ دیکھتے ہیں ان کے دل اور سخت ہوتے جاتے ہیں۔ اب مدینہ کی اطراف کے یہود لوگ صحابہ سے اکثر ملتے جلتے رہتے تھے جس سے صحابہ کو یہ توقع ہوتی تھی کہ ملنے جلنے کا اثر شاید یہ ہو کہ رفتہ رفتہ حق بات ان کے دل میں گھر کر جاوے اور راہ راست پر آن کر یہ لوگ شرع محمدی کے تابع ہو جاویں۔ اُسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ اِن یہود لوگوں سے شرع محمدی کے تابع ہو جانے کی توقع بالکل بے سود ہے انہوں نے تو شریعت موسوی کا بھی یہ کھوج اکھویا ہے کہ تورات کی اکثر آیتیں بدلکر حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھیرا رکھا ہے۔ اور ان میں کے بعض لوگ مسلمانوں سے میل جول کے وقت شرع محمدی کے حق ہونے کا اقرار جو کرتے ہیں وہ منافق ہیں۔ اُنکے اس اقرار زبانی کا اثر اُنکے دل پر کچھ نہیں ہے۔ یہاں مسلمانوں کے روبرو تو یہ لوگ کچھ باتیں ایسی کرتے ہیں جس سے مسلمانوں کو اِن کے راہ راست پر آجانے کا دہوکا ہوتا ہے لیکن جب یہ سب لوگ ایک جگہہ جمع ہوتے ہیں تو وہاں ان کے علماء ان کے سردار انکو یہ پٹی پڑہاتے ہیں کہ مسلمانوں سے میل جول کے وقت اپنے دین موسوی کے بھید کی کوئی ایسی بات مسلمانوں سے مت کہو کہ جس سے انکو ہمیں قائل کرنے کا موقع ملے۔ اس پٹی پڑہانے کے بعد یہ لوگ اپنے زبانی اقرار پر پچتاتے ہیں اتحدثونهم بما فتح الله عليكم کی تفسیر میں مجاہد نے کہا ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک دن یہود بنی قریظہ کو سور

اور بندروں کے اور بچھڑا پوجنے والوں کے بھائی کہا تھا۔ یہود کے علما اور سرداروں نے اپنی قوم کے اُن لوگوں سے جو مدینہ میں آتے جاتے اور مسلمانوں سے ملتے جلتے تھے اسلئے یہ کہا تھا کہ اپنے دین کے بھید کی کوئی بات مسلمانوں سے مت کہا کرو۔ مسلمانوں کو یہ کیا معلوم تھا کہ یہودیوں کے کچھ لوگ عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر سابق کے زمانہ میں بندر اور سور ہوگئے ہیں۔ یا یہودیوں کچھ لوگوں نے بچھڑے کی پوجا بھی کسی زمانے میں کی تھی۔ آخر تم ہی لوگوں کے منہ سے یہ بات کبھی نہ کبھی نکلی ہوگی اسپر اللہ تعالیٰ نے یہود کے علما کو قائل کرنے کے لئے یہ فرمایا کہ یہ لوگ یہود کے علما کہلاتے ہیں انکو اتنا بھی شعور نہیں کہ انکی اس ایک بات پر کیا منحصر ہے تورات کے بھید کی سیکڑوں باتیں مسلمانوں کو اُن کے نبی کے ذریعہ سے اور نبی کو وحی الٰہی کے ذریعہ سے روزانہ معلوم ہوتی جاتی ہیں یہ ایک بات یہودیوں کا کوئی شخص مسلمانوں سے کہہ دیتا تو اس کی سیکڑوں باتیں کہاں سے آتیں مگر یہ شعور اُن لوگوں کو ہوتا تو کیونکر ہوتا۔ بدبختی ازلی کے سبب انکی عقل ان کا شعور سب کچھ زائل ہوگیا ہے ✤

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۝

اور ایک اُن میں اَن پڑھ ہیں خبر نہیں رکھتے کتاب کی مگر باندھ لیں اپنی آرزوئیں اور اُن پاس نہیں مگر اپنے خیال

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ

سو خرابی ہے اُن کی جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے پھر کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے ہے کہ

لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ ۝

لیویں اُسپر مول تھوڑا سو خرابی اُنکو اپنے ہاتھ کے لکھے سے اور خرابی ہے اُنکو اپنی کمائی سے

اِن آیتوں میں یہود کے اَن پڑھ اور علما دونوں فرقوں کا حال ہے۔ اَن پڑھ فرقہ کا تو یہ کہ اُنہوں نے اپنے گروہ کے علما سے جو کچھ گھڑی گھڑائی باتیں سُن لی ہیں وہی اُن کا دین و ایمان ہے سو اُن باتوں کے اُنکو کچھ معلوم نہیں کہ تورات کیا ہے اور اُس میں کیا احکام الٰہی ہیں۔ دوسرا فرقہ ان کے علما کا ہے جنہوں نے اپنی طرف سے اپنے ہاتھوں سے کچھ جھوٹ مصنوعی باتیں جعل سازی سے کتاب الٰہی میں لکھدی ہیں اور اِن باتوں کو اللہ کا حکم بتلاتے ہیں اور جاہل لوگوں کو بہکا کر اس ذریعہ سے کچھ کما کھاتے ہیں۔ لیکن اِن کا یہ جھوٹ اور یہ لقمہ حرام ایک دن اُن کو خرابی میں ڈالیگا ✤

وَقَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِندَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَن

اور کہتے ہیں ہمکو آگ نہ لگے گی مگر کئی دن گنتی کے تو کہہ کیا لے چکے ہو اللہ کے یہاں سے قرار تو البتہ

يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ ۖ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

خلاف نہ کریگا اللہ اپنا قرار یا جوڑتے ہو اللہ پر جو معلوم نہیں رکھتے

علماء یہود میں دو باتیں زیادہ مشہور تھیں ایک تو یہ کہ دنیا کی عمر سات ہزار برس کی ہے۔ اگر ہمکو عذاب ہوا بھی تو فی ہزار ایک دن کا عذاب ہو گا اور آٹھویں دن ہم سب جنت میں چلے جاوینگے دوسری بات یہ ہے کہ اگر سات دن سے بڑھکر ہمکو عذاب ہوا تو چالیس دن سے بڑھکر کسی طرح نہو گا کیونکہ یہ وہ مدت ہے جس میں ہمارے بڑوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی۔ کم شہرت کی تیسری یہ بات بھی یہود کی زبان پر تھی کہ دوزخ کے منہ کی چوڑائی چالیس برس کے راستہ کی ہے۔ زیادہ عذاب ہمکو ہوا تو اسی مدت تک ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آنحضرت سے فرمایا کہ تم ان یہود کے جھوٹے علما سے دریافت کرو کہ اُن کے پاس ان جھوٹی باتوں کی کیا سند ہے اور سند نہ بتلاویں تو اللہ کے دین میں ایسی جھوٹی باتیں بنانے کا وبال ایک دن ان پر آنے والا ہے +

بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِیْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا
کیوں نہیں جسنے کمایا گناہ اور گھیر لیا اُسکو اُسکے گناہ نے سو وہی ہیں لوگ دوزخ کے وہ اُسی میں
خٰلِدُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ○
رہ پڑے ۔ اور جو یقین لائے اور عمل کئے نیک وہ لوگ ہیں جنت کے وہ اُسی میں رہ پڑے

ع ۹

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے اِن آیتوں میں گناہ کے معنی شرک کے لئے ہیں اور آیۃ کی یہ تفسیر کی ہے کہ جو شخص یہود کی طرح کے شرک اور کفر اور گناہوں میں ہمیشہ مبتلا رہ کر بغیر توبہ کے مرجاویگا تو وہ ہمیشہ دوزخ میں رہویگا۔ یہ تفسیر بہت سی صحیح حدیثوں کے موافق ہے جن کا مطلب یہ ہے کہ جو مومن گنہگار بغیر توبہ کے مرجاویگا وہ اخیر کو جنت میں جاویگا۔ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیگا +

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی
اور جب ہمنے لیا قرار بنی اسرائیل کا بندگی نہ کریو مگر اللہ کی اور ماں باپ سے سلوک نیک اور قرابت والے
وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ ثُمَّ
سے اور یتیموں سے اور محتاجوں سے اور کہیو لوگوں کو نیک بات اور کھڑی رکھیو نماز کو اور دیتے رہو زکوۃ پھر
تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○
پھر گئے تم مگر تھوڑے تم میں سے اور تم منہ پھیرنے والے ہو

یہ تو اوپر گذر چکا ہے کہ بنی اسرائیل کے سر پر پہاڑ کھڑا کر کے اُن سے توراۃ کے مسئلوں پر عمل کرنے کا عہد لیا گیا ہے۔ یہود کے قائل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں توراۃ کے آٹھ مسئلے ذکر کر کے فرمایا ہے کہ باوجود ایسے سخت عہد کے سوا چند آدمیوں کے تم سب اِن مسئلوں پر عمل نہیں کرتے اور اپنے عہد سے پھر گئے ہو۔ اور پھر آگے جا کر فرمایا کہ جو کوئی ایسے کام کرے اُسکی یہی سزا ہے کہ دنیا میں وہ طرح طرح سے رسوا

ہوگا اور عقبےٰ میں سخت عذاب بھگتے گا۔ ان مسئلوں میں پہلا مسئلہ توحید کا ہے کہ اللہ کو وحدہٗ لاشریک لہ جاننا اور
اُس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا یہ حکم اللہ تعالیٰ نے ہر ایک رسول کی امت کو دیا ہے چنانچہ سورۂ نحل میں
فرمایا ہے ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت جسکا مطلب یہ ہے کہ دنیا
بھر کی تمام امتوں میں جو رسول اللہ تعالیٰ نے بھیجے ہیں اُن کی امتوں کو یہی بات سمجھانے کو بھیجے ہیں کہ اللہ ہی
کی خالص عبادت کریں اور شرک سے دور رہیں۔ سوا اللہ تعالیٰ کے جس چیز کی پوجا کی جاوے اُسکو عربی میں
طاغوت کہتے ہیں۔ صحیحین میں حضرت معاذ رضؓ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ کا حق اسکے بندوں
پر یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے اُس حق کے ادا ہونے کے بعد
بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنے ایسے بندوں کو دوزخ کے عذاب سے بچاوے۔ شرک
ایک تو ظاہری ہے کہ آدمی سوا اللہ کے کسی چیز کی پوجا کرے۔ دوسرا چھپا ہوا چھوٹا شرک ریاکاری ہے کہ
لوگوں کے دکھاوے کے لئے آدمی اللہ کی عبادت کرے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کا حق
پیدا کرنے کے لئے انسان کو دونوں طرح کے شرک سے بچنا چاہیئے۔ مسند امام احمدؒ میں محمود بن لبید کی صحیح
سند سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مجھکو اپنی امت کے چھوٹے شرک کا
بڑا خوف ہے صحابہ نے پوچھا چھوٹا شرک کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ریاکاری۔ یہود میں سے جب توراۃ
ضائع ہوگئی تو حضرت جبرئیل نے حضرت عزیر کو توراۃ یاد کرادی اور حضرت عزیر نے بنی اسرائیل کو اپنی یاد
سے ساری توراۃ لکھوا دی اسپر یہود حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا کہنے لگے اور ایسے بڑے توحید کے عہد پر
قائم نہیں رہے جسکا مفصل ذکر سورۂ توبہ میں آویگا۔ اسی طرح اور مسئلوں کا عمل انہوں نے چھوڑ دیا۔
اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور ماں باپ کے سبب سے ہر ایک انسان پرورش پاتا ہے اسلئے اللہ تعالیٰ
نے اپنے حق کے ساتھ ماں باپ کے حق کا ذکر کیا ہے مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے جسکا
حاصل یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے ماں باپ کو یا فقط ماں یا فقط باپ کو اُن کے بڑھاپے کی حالت میں
زندہ پایا اور پھر بھی اُن کی خدمت کے اجر میں اُس شخص نے جنت حاصل نہ کی تو ایسا شخص بڑا بدنصیب
ہے لوگوں سے نیک بات کہنے میں وعظ و نصیحت بھی داخل ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدریؓ
سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص ہاتھ یا زبان سے خلاف شرع بات کو منع نہ کرسکے تو ضعیف درجہ
ایمان کا یہ ہے کہ دل سے اُس خلاف شرع بات کو بُرا جانے۔ اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں سے نیک بات
کہنے میں وعظ نصیحت کا خیال رکھنا ایمان کی نشانی ہے ✤

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ

اور جب لیا ہمنے قرار تمہارا کہ نہ کروگے خون آپس میں اور نہ نکال دوگے اپنوں کو اپنے وطن سے

ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ

پھر تم نے اقرار کیا اور تم مانتے ہو پھر تم ویسے ہی خون کرتے ہو آپس میں اور نکال دیتے ہو

فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ط وَاِنْ

اپنے ایک فرقے کو ان کے وطن سے چڑھائی کرتے ہو اُن پر گناہ سے اور ظلم سے اور اگر

يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ط اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ

وہی آویں تمہارے پاس کسی کی قید میں پڑے تو ان کی چھڑائی دیتے ہو حالانکہ حرام ہے تم پر انکا نکال دینا پھر کیا مانتے ہو تھوڑی

الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ج فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ

کتاب اور منکر ہو تھوڑی سے پھر کچھ سزا نہیں اسکی جو کوئی تم میں یہ کام کرتا ہے مگر رسوائی دنیا کی زندگی میں

الدُّنْيَا ج وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

اور قیامت کے دن پہنچائے جاویں سخت سے سخت عذاب میں اور اللہ بےخبر نہیں تمہارے کام سے

مدینہ میں اوس و خزرج دو بڑے قبیلے رہتے تھے۔ اسلام سے پہلے ان دونوں قبیلوں میں سخت عداوت تھی۔ اور مدینہ کے اطراف میں یہود کے تین قبیلے بنی قینقاع بنی نضیر اور بنی قریظہ رہتے تھے۔ بنی قینقاع اور بنی نضیر عرب کے خزرج قبیلہ سے دوستی تھی اور بنی قریظہ کی اوس قبیلہ سے جب یہ دونوں قبیلے عرب کے آپس میں لڑتے تو یہود بھی اپنے اپنے دوست قبیلہ کے ساتھ ہو کر لڑتے اور ایک طرف کے یہودی کے ہاتھ سے دوسری طرف کے یہودی مارے جاتے اور اگر ایک طرف کے یہودی دوسری طرف گرفتار ہو جاتے تو توراۃ کے حکم کے موافق چھوڑوائی کی رقم دیکر اپنے قیدیوں کو ضرور یہودی چھڑا لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں یہود کو قائل کیا کہ توراۃ میں جسطرح ایک یہودی کا دوسرے یہودی قیدی کو چھڑوائی دے کر چھوڑانے کا حکم ہے اسی طرح یہودیوں کی آپس کی لڑائی آپس کی جلاوطنی حرام ہے۔ پھر توراۃ کی بعض آیتوں پر اپنی مرضی کے موافق عمل کرنا اور بعض آیتوں پر عمل نہ کرنا یہ کونسی دینداری ہے۔ پھر فرمایا جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں ہے۔ بلکہ دنیا کی رسوائی عقبے کا عذاب تمہاری سزا اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرار پا چکی ہے۔ دنیا کی رسوائی تو ہو چکی بنی قریظہ قتل ہوئے بنی نضیر بنی قینقاع جلاوطن کئے گئے عقبے کا عذاب باقی ہے جس کا ذکر آگے کی آیت میں ہے ✤

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ز فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

وہی ہیں جنہوں نے خرید کی دنیا کی زندگی آخرت دیکر سو نہ ہلکا ہوگا ان پر عذاب اور نہ ان کو مدد پہنچے گی

اس آیۃ میں یہود اپنے اعمال کے سبب سے جس ٹوٹے میں پڑ گئے اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے اپنی عاقبت ہاتھ سے دیکر دنیا حاصل کی جو چند روزہ ہے۔ لیکن اس بد اعمالی کے سبب سے عقبے میں ان لوگوں پر ایسا عذاب ہوگا جس کی سختی میں کبھی کچھ کمی نہ ہوگی۔ اور وہاں ان کا کوئی مددگار بھی پیدا نہوگا۔ صحیحین میں نعمان بن بشیر سے روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سب دوزخیوں سے کم عذاب جس شخص پر ہوگا اسکو آگ کی جوتیاں پہنائی جاوینگی جس سے اس کا بھیجا کھول جاویگا۔ پھر جن لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ ان کو سخت عذاب ہوگا اور ان کے عذاب میں کبھی کچھ تخفیف نہوگی۔ ان کا کیا حال ہوگا۔ خدا اپنے عذاب کی بلا سے سب کو محفوظ رکھے اور ایسے اعمال کی توفیق دیوے جس سے اسکے عذاب سے محفوظ رہنے کا حق ہمکو حاصل ہو +

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِن بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ

اور ہم نے دی موسیٰ کو کتاب اور پے در پے بھیجے اسکے پیچھے رسول اور دئی عیسیٰ مریم کے بیٹے کو

الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَى أَنفُسُكُمُ

معجزے صریح اور قوت دی اسکو روح پاک سے پھر بھلا جب تم پاس لایا کوئی رسول جو نہ چاہا تمہارے جی نے

اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ۝

تم تکبر کرنے لگے پھر ایک جماعت کو جھٹلایا اور ایک جماعت کو مار ڈالتے

۱۹۲۵

حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے مابین ایک ہزار نوسو پچیس برس کے زمانہ میں کتاب تو وہی توراۃ ہی ہی مگر حضرت ذکریا یونس یحییٰ داؤد سلیمان علیہم السلام اور اور نبی اللہ تعالیٰ نے توراۃ کے احکام قائم رکھنے کے لئے متواتر بھیجے۔ اور ان انبیا نے جب کبھی بنی اسرائیل کو توراۃ کے احکام کی پابندی پر زیادہ مجبور کیا اور برخلاف کتاب الٰہی کے جو باتیں یہود نے رائج کر رکھی تھیں ان سے ان کو روکا تو انہوں نے ان کے ساتھ بدسلوکی کرکے بعضوں کو ان میں سے شہید کیا اور بعضوں کے ساتھ سخت مخالفت سے پیش آئے۔ روح القدس کی تفسیر میں صحیح قول یہی ہے کہ روح القدس سے مراد یہاں حضرت جبرئیل ہیں کہ وہ ہر وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہتے تھے اور سورۂ آل عمران میں آویگا کہ حضرت عیسیٰؑ نے توراۃ کے کچھ احکام مثلاً چربی اور اونٹ کے گوشت کے حرام ہونے کو اللہ کے حکم سے منسوخ بھی کیا۔ یہود کا تو یہ عقیدہ تھا کہ توراۃ کے احکام قیامت تک کبھی منسوخ نہیں ہونگے۔ حضرت عیسیٰ کے جدید معجزات سے اور توراۃ کی بعض احکام کی منسوخی سے انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سخت مخالفت شروع کی یہاں تک کہ آخر ان کے شہید کرنے پر مستعد ہوئے جس کا تفصیلی قصہ سورۃ النساء میں آوے گا +

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝

اور کہتے ہیں ہمارے دل پر غلاف ہیں یوں نہیں لعنت کی ہے اللہ نے اُنکے انکار سے سو کم یقین لاتے ہیں

سورہ حم السجدہ میں یہود کے اس قول کی طرح اہل مکہ کا قول اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِیْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ جسکا مطلب یہ ہے کہ اے محمد تم اپنے دین پر رہو ہم اپنے دین پر رہینگے کیونکہ غیر دین کی بات نہ ہمارے دل سمجھ سکتے ہیں نہ ہمارے کان سن سکتے ہیں۔ نہ ہم میں اور غیر دین میں جو پردہ حائل ہے وہ اٹھ سکتا ہے۔ حاصل مطلب ان دونوں قولوں کا یہ ہے کہ غیر دین کی بات ہم پر کسی طرح اثر نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کے قول کا تو یہ جواب دیا کہ یہ لوگ عقبےٰ کے منکر ہیں۔ اس سبب سے ایسی باتیں کرتے ہیں۔ اور یہاں یہود کے اس قول کا جو جواب اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ یہ اہل کتاب اور عقبےٰ کے قائل ہو کر جو منکرین حشر کی سی باتیں کرتے ہیں تو ان پر خدا کی لعنت اور پھٹکار ہے جس پھٹکار کا اثر یہ ہے کہ اہل مکہ میں کی تو ایک جماعت راہ راست پر آگئی ہے اور ان میں کے ابھی تھوڑے سے لوگ راہ راست پر آئے ہیں ✣

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ

اور جب اُنکو پہنچی کتاب اللہ کی طرف سے سچا بتاتی اُن پاس والے کو اور پہلے سے فتح مانگتے تھے

عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝

کافروں پر پھر جب پہنچا اُن کو جو پہچان رکھا تھا اُس سے منکر ہوئے سو لعنت ہے اللہ کی منکروں پر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف توراۃ میں دیکھکر یہود لوگ اللہ تعالیٰ سے نبی آخر الزمان کے جلد پیدا ہونے کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ اور جن مشرکوں سے ان کی مخالفت تھی اُن سے یہ کہا بھی کرتے تھے کہ بہت جلد نبی آخر الزمان کا زمانہ آنے والا ہے اُس وقت ہم اُن نبی کے ساتھ ہو کر تم سے دل کھولکر لڑینگے اور تم کو خوب قتل کرینگے۔ اور آگے آویگا کہ یہ لوگ نبی آخر الزمان کے پیدا ہونے سے پہلے اُنکو ایسا پہچانتے تھے جسطرح ہر ایک باپ اپنے بیٹے کو پہچانتا ہے۔ کیونکہ نبی آخر الزمان کے اوصاف اُن کی کتاب توراۃ میں صاف صاف تفصیل سے موجود تھے۔ لیکن جب آنحضرت صلعم پیدا ہوئے اور مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں آئے اور ان یہود نے قرآن کی آیتیں بھی سنیں جن میں توراۃ کی تصدیق بھی موجود تھی۔ تو فقط اس حسد سے کہ یہ نبی ہم میں سے کیوں نہیں پیدا ہوئے جان بوجھ کر آپ کی نبوت کے منکر ہو گئے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص جان بوجھ کر حق بات کا منکر ہو اُس پر خدا کی لعنت اور پھٹکار ہے۔ ابن ماجہ وغیرہ میں چند صحابہ سے جو روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص دین کی کوئی بات جان بوجھ کر چھپاویگا تو قیامت کے دن اُسکے منہ میں آگ کی لگام دی جاویگی ✣

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ
بُرے مول خرید کیا اپنی جان کو کہ منکر ہوئے اللہ کے اُتارے کلام سے اس ضد پر کہ اُتارے اللہ اپنے فضل سے
عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝
جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے سو کما لائے غصہ پر غصہ اور منکروں پر عذاب ہے ذلت کا

اللہ تعالیٰ کا غصہ پر غصہ اس لئے ہوا کہ ایک تو ان یہود لوگوں نے اللہ کی کتاب توراۃ کی آیتوں کو بدل ڈالا دوسرے انجیل کے کتاب الٰہی اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے نبی ہونے کا انکار کیا۔ تیسرے نبی آخرالزمان کو نبی برحق اور قرآن کو کتاب الٰہی جاننے محض اس حسد سے ان کے منکر ہوئے کہ ہماری قوم میں مدت سے نبوت چلی آتی تھی غیر قوم بنی اسمٰعیل میں یہ نبوت کیوں گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان باتوں سے انہوں نے اور کسی کا کچھ نہیں بگاڑا۔ خود آپ ہی ذلت کے عذاب میں گرفتار ہوئے۔ ذلت کا عذاب اس لئے فرمایا کہ یہود نے اس تکبر نخوت اور خود پسندی کے سبب سے نبی آخرالزمان کی نبوت کا انکار کیا کہ وہ نخوت کی راہ سے اپنے آپ کو اپنی قوم کو بنی اسمٰعیل سے عالی درجہ سمجھتے تھے۔ ان کے اس تکبر نے اجازت نہیں دی کہ وہ غیر قوم کے نبی کی فرمانبرداری کریں۔ اور یہ بات علم الٰہی میں قرار پا چکی ہے کہ قیامت کے دن ہر صاحب نخوت آدمی کو اس طرح کا عذاب ہوگا جس میں اس کی ذلت ہو۔ چنانچہ مسند امام احمد نسائی اور ترمذی میں معتبر سند سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن متکبر لوگ چیونٹیوں کے جسم کے برابر آدمی کی صورت میں اٹھینگے۔ اور تمام مخلوقات کی روندن میں آوینگے تاکہ سب مخلوقات میں ان کی ذلت ہو ✤

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ وَ
اور جب کہیے ان کو مانو اللہ کا اُتارا کلام کہیں ہم مانتے ہیں جو اُترا ہم پر اور وہ نہیں مانتے جو پیچھے آیا اس سے اور
هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۭ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝
وہ اصل تحقیق ہے سچ بتاتا ان پاس والے کو کہہ پھر کیوں مارتے رہے ہو نبی اللہ کے پہلے سے اگر تم ایمان رکھتے تھے
وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ وَاِذْ
اور آچکا تم پاس موسیٰ صریح معجزے لیکر پھر تم نے بنالیا بچھڑا اس کے پیچھے اور تم ظالم ہو۔ اور جب
اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ۭ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ۭ قَالُوْا
ہم نے لیا قرار تمہارا اور اونچا کیا تم پر پہاڑ پکڑو جو ہم نے دیا تم کو زور سے اور سنو بولے
سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۤ وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ۭ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝
سنا ہم نے اور نہ مانینگے اور رچ رہا ان کے دلوں میں بچھڑا مارے کفر کے تو کہہ برا کچھ سکھاتا ہے تم کو ایمان تمہارا اگر تم ایمان والے ہو

اس آیۃ میں یہود نے یہ دعوے کیا تھا کہ ہمارا ایمان حضرت موسیٰ اور توراۃ پر ایسا مضبوط ہے کہ غیر دین کے انکار پر ہم مجبور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہود کے اس دعوے کو کئی طرح جھٹلایا۔ ایک تو یہ کہ جب قرآن میں توراۃ کی تصدیق موجود ہے تو جس کا ایمان توراۃ پر مضبوط ہوگا وہ قرآن کا منکر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ قرآن کا انکار اس صورت میں توراۃ کے سچے ہونے کا گویا انکار ہے۔ دوسرے یہ کہ جس کا ایمان توراۃ پر مضبوط تھا اُس نے اُن انبیا کو کیوں شہید کیا جو توراۃ کے احکام کی مضبوطی کے لئے آئے تھے۔ تیسرے یہ کہ جس کا ایمان موسیٰ علیہ السلام پر مضبوط تھا تو اُسنے بچھڑے کی پوجا کیوں کی۔ کیا موسیٰؑ نے اُن کو اس پوجا کے لئے کہا تھا۔ چوتھے یہ کہ جس وقت پہاڑ سر پر لایا جاکر توراۃ کے موافق عمل کرنے کا عہد لیا گیا تھا اُس وقت تمہارے بڑوں نے چپکے سے وَعَصَیْنَا کہا تھا پھر تمہارا ایمان توراۃ پر کیونکر مضبوط ہو سکتا ہے۔ حاصل یہ کہ تمکو توراۃ پر مضبوط ایمان کا لانا کیا نصیب ہوگا تمہارے بڑے بھی اس سے محروم تھے۔ یہ فرمایا کہ اگر تم لوگ اپنے دعوے کے موافق ایماندار ہو اور تمہارا ایمان تم کو یہی سکھاتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو تو تمہارے ایمان کی تعلیم نہایت نالائق تعلیم ہے بلکہ ایمانداری کیا یہ تو عین بے ایمانی ہے۔ ابن ماجہ اور ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہدایت کے بعد گمراہ وہی قوم ہوتی ہے جو دین میں زبردستی کے جھگڑوں میں پڑ جاوے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ زبردستی کے جھگڑے اسی طرح کے ہوتے ہیں جس طرح حق بات کے معلوم ہوجانے کے بعد بھی یہود لوگ زبردستی کے روز کے جھگڑے حق بات کے ٹالنے کی غرض سے نکالتے تھے۔ امت محمدیہ کے علما کو اس طرح کے جھگڑوں سے پرہیز کرنا چاہئے ❊

قُلْ اِنْ کَانَتْ لَکُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ

تو کہہ اگر تم کو ملنا ہے گھر آخرت کا اللہ کے یہاں الگ سواے اور لوگوں کے تو تم مرنے کی آرزو کرو

اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ وَلَنْ یَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ۝

اگر سچ کہتے ہو اور یہ آرزو کبھی نہ کرینگے جس واسطے آگے بھیج چکے ہیں ہات اُنکے اور اللہ خوب جانتا ہے گنہگاروں کو

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰی حَیٰوةٍ ۚۛ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا ۚۛ یَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ

اور تو دیکھے اُن کو سب لوگوں سے زیادہ حریص جینے کے اور شریک پکڑنے والوں سے بھی ایک ایک چاہتا ہے کہ عمر پاوے ہزار

سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ یُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ ۝

برس اور کچھ اسکو سرکا نہ دیگا عذاب سے اتنا جینا اور اللہ دیکھتا ہے جو کرتے ہیں

اس سورۃ میں آگے آویگا کہ یہود کہتے تھے لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ کَانَ هُوْدًا اور سورۂ مائدہ میں آویگا کہ توراۃ کی آیۃ کو بدل ڈالا تھا اور کہتے تھے نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ان کے ان قولوں کا مطلب یہ تھا کہ ہم اللہ کے پیارے ہیں سوا ہمارے اور کوئی جنت میں ہرگز نہیں جاویگا۔ اسپر اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق آنحضرت صلعم یہود سے موت کی بددعا کا مباہلہ کرنے کو تیار ہوئے۔ لیکن یہود تو اپنے دل میں سمجھتے تھے کہ مباہلہ کرینگے تو اپنے جھوٹ کے سبب سے

غارت ہو جاویں گے۔ مباہلہ کی صورت یہ ہے کہ جب دو فریق میں زبانی بحث سے کوئی بات طے نہو تو ہر ایک فریق جھوٹے فریق پر بد دعا کرتا ہے۔ سورۂ آل عمران میں مباہلہ کی آیت آویگی جو نجران کے نصاریٰ سے آنحضرت صلعم مباہلہ کرنا چاہا تھا لیکن وہ نصرانی لوگ مباہلہ پر راضی نہیں ہوئے جس طرح اس آیہ میں یہود لوگ جھوٹے فریق کی موت کی بد دعا پر راضی نہیں ہوئے مباہلہ کو تمنا کے لفظ سے اس آیہ میں اس لئے ذکر فرمایا ہے کہ ہر فریق جھوٹے فریق کی ہلاکت کی تمنا کرتا ہے۔ مشرکین سے مراد اس آیہ میں پارسی لوگ ہیں کہ اُن کی قوم میں ہزار برس کے جینے کی دعا کا رواج ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ اپنی بداعمالی کے سبب سے موت کے مباہلہ پر تو ہرگز راضی ہونگے کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ ان کے عیش کا مدار دنیا کی زندگی پر ہے لیکن شیطان کی طرح اگر ہزار ہا برس بھی یہ لوگ جی گئے تو ایک دن آخر مرینگے اور عذاب عقبےٰ میں گرفتار ہونگے۔ اور عذاب عقبےٰ کے جو کام یہ لوگ کر رہے ہیں اللہ کو سب معلوم ہیں +

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ

تو کہ جو کوئی ہوگا دشمن جبریل کا سو اُسنے تو اُتارا ہے یہ کلام تیرے دل پر اللہ کے حکم سے سچ بتاتا اُس کلام کو

يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ

جو اُسکے آگے ہے اور راہ دکھاتا اور خوشی سناتا ایمان والوں کو جو کوئی ہوگا دشمن اللہ کا اور اُسکے فرشتوں کا اور اُسکے رسولوں کا

وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝

اور جبریل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے اُن کافروں کا

جب سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر توراۃ کے چند احکام کے منسوخ ہونے کی وحی حضرت جبرئیل لائے اور ہر وقت مدد کے طور پر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ساتھ رہنے لگے اُس وقت سے یہود لوگ حضرت جبرئیل کو اپنا دشمن جانتے تھے۔ اب آنحضرت صلعم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تو یہود نے چند باتیں آپ سے پوچھیں اُن میں ایک بات یہ بھی تھی کہ آپ پر وحی کون سا فرشتہ لاتا ہے اس کا جواب آپ نے دیا کہ جس طرح اور انبیا پر حضرت جبرئیل وحی لاتے رہے اُسی طرح مجھ پر بھی وہی وحی لاتے ہیں۔ یہ سُنکر یہود نے کہا کہ حضرت جبرئیل کو ہم لوگ پہلے سے اپنا دشمن جانتے ہیں۔ اس لئے ہم اسلام قبول نہیں کر سکتے۔ اگر اور کوئی فرشتہ آپ کا رفیق ہوتا تو ہم آپ پر ایمان لاتے۔ اُسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیہ نازل فرمائی۔ اور فرمایا کہ جبرئیل کا وحی لانا اللہ کے حکم سے ہے کہ وہ ملائکہ میں اللہ کے رسول ہیں۔ اس پر بھی جو کوئی اللہ کے فرشتوں اور رسولوں کا دشمن ہوگا اللہ اُسکا دشمن ہے +

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۝ اَوَكُلَّمَا

اور ہم نے اُتاریں تیری طرف آیتیں واضح اور منکر نہ ہونگے اُنسے مگر وہی جو بے حکم ہیں کیا اور جس بار

عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ وَلَمَّا جَآءَهُمْ

باندھینگے ایک قرار پھینکدیگی اُسکو ایک جماعت اُن میں سے بلکہ وہ اکثر یقین نہیں کرتے اور جب پہنچا اُنکو

رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

رسول اللہ کی طرف سے سچ بتاتا اُن پاس والی کتاب کو پھینکدی ایک جماعت نے کتاب پانے والوں میں

كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ

کتاب اللہ کی اپنی پیٹھ کے پیچھے گویا اُن کو معلوم نہیں اور پیچھے لگے اُس علم کے جو پڑھتے شیطان

عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ

سلطنت میں سلیمان کی اور کفر نہیں کیا سلیمان نے لیکن شیطانوں نے کفر کیا لوگوں کو

النَّاسَ السِّحْرَ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ وَمَا

سکھلاتے تھے سحر اور وہ علم جو اُترا دو فرشتوں پر بابل میں ہاروت اور ماروت پر اور وہ نہ

يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا

سکھاتے کسی کو جب تک نہ کہتے کہ ہم تو ہیں آزمانے کو سو تو مت کافر ہو پھر اُن سے سیکھتے جس چیز سے

يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ

جدائی ڈالتے ہیں مرد میں اور اُسکی عورت میں اور وہ اُس سے کسی کا نہیں بگاڑ سکتے بدون حکم اللہ کے

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ

اور سیکھتے ہیں جس سے اُن کو نقصان ہے اور نفع نہیں اور جان چکے ہیں کہ جو کوئی اُس کا خریدار ہوا اُسکو آخرت میں نہیں

مِنْ خَلَاقٍ ۚ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّهُمْ

کچھ حصہ اور بہت بُری چیز ہے جس پر بیچا اپنی جان کو اگر اُن کو سمجھ ہوتی اور اگر وہ

اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○

یقین لاتے اور پرہیز رکھتے تو بدلا تھا اللہ کے یہاں سے بہتر اگر اُن کو سمجھ ہوتی

بعضے یہود نے آنحضرت صلعم سے یہ کہا تھا کہ حضرت موسیٰ کے عصا اور ید بیضا کی طرح آپ کو کوئی صریح اور صاف معجزہ نہیں ملا۔ پھر ہم آپ کو کیونکر اللہ کا رسول جان لیویں۔ اسی گفتگو میں بعضے یہود نے یہ بھی کہا تھا کہ توراۃ میں ایسا کوئی عہد نہیں ہے جس سے ہم لوگوں پر نبی آخرالزمان کی مدد لازم ہو۔ اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ اور یہود کی پہلی بات کا جواب تو یہ دیا کہ ان لوگوں کی وہ باتیں جو سوا ان کے علماء کے دوسرے کسی کو معلوم نہیں جبکہ نبی آخرالزمان پر قرآن کے ذریعہ سے روزانہ نازل ہوتی ہیں اور نبی آخرالزمان باوجود امی ہونے کے ان باتوں

کی ایسی صحیح اطلاع اُن لوگوں کو دیتے ہیں جن کو یہ لوگ اپنی کتاب آسمانی کے مطابق پاتے ہیں تو پھر نبی آخر الزمان
کے نبی اور قرآن کے کتاب آسمانی ہونے کے لئے ان لوگوں کو اور کیا معجزہ درکار ہے۔ اور دوسری بات کا
جواب یہ دیا کہ نبی آخر الزمان کی فرمانبرداری اور مدد کے عہد کو یہ لوگ خوب جانتے ہیں لیکن یہ ان لوگوں کی
عادت ہے کہ اپنے عہد پر یہ لوگ قائم نہیں رہتے۔ یہ اس لئے فرمایا کہ یہ عہد توراۃ میں موجود ہے جس کا ذکر
سورۃ الاعراف کی آیۃ الَّذِيْنَ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ میں ہے پھر فرمایا کہ ان کی بدعہدی کا
سبب یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنی کتاب توراۃ کو تو بالکل ایسا چھوڑ دیا ہے کہ اُس سے جان بوجھ کر انجان
بن گئے ہیں۔ اور سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں جن وانس کے میل جول سے جادو کی جو دہت لگ گئی تھی
اُسی کو اُنہوں نے اپنا دین سمجھ رکھا ہے۔ اور جادو کے رواج کو یہ لوگ سلیمان علیہ السلام کی طرف جو منسوب
کرتے ہیں یہ بات اِن لوگوں کی بالکل غلط ہے۔ یہ جادو تو شیاطین اور ہاروت ماروت کے سبب سے پھیلا۔ ہاروت
ماروت کے قصہ کا حاصل یہ ہے کہ بنی آدم کی طرح طرح کے گناہ دیکھکر ملائکہ نے خدا تعالیٰ کے روبرو بنی آدم پر کچھ طعن کی تھی اللہ
نے فرمایا اگر بنی آدم کی سی خواہشیں نفسانی تم میں ہوئیں تو تمہارا بھی گناہوں سے بچنا دشوار تھا۔ ملائکہ نے
جواب دیا کہ ہم تو یا اللہ تیری نافرمانی ایسی کبھی نہ کرینگے جیسی نافرمانی بنی آدم کرتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ میں کے
بڑے عابد دو فرشتے جنکا نام ہاروت ماروت تھا چھانٹے اور انسان کی سی سب خواہشیں اُن میں پیدا کر کے کوفہ
کی سرزمین پر جو ایک جگہ بابل ہے وہاں اُن کو بھیجا اور وہاں وہ ایک عورت زہرہ نام پارسن کی الفت میں مبتلا ہو کر اسکے
کہنے سے شراب پی گئے۔ اور شراب کے نشہ میں زنا کے علاوہ شرک اور قتل نفس کا گناہ بھی ان سے سرزد ہوا۔ اور اِن
گناہوں کی سزا میں قیامت تک ان پر طرح طرح کا عذاب ہوتا رہیگا۔ یہی دونوں فرشتے لوگوں میں پابندی شریعت
کے جانچنے کو پہلے جادو کے سیکھنے سے منع کرتے ہیں۔ پھر جب کوئی شخص زیادہ اصرار کرتا ہے تو اُسکو جادو سکھاتے ہیں
ہاروت ماروت کے اس قصہ کے صحیح ہونے کا اکثر علمائے مفسرین نے انکار کیا ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر نے اس قصہ
کی روایتیں ایک رسالہ میں جمع کی ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اِس قصہ کی روایت درجہ صحت تک پہنچتی ہے۔ اور اِس
قصہ کی اصل ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس کا قول ہے کہ یہ قصہ حضرت ادریس کے زمانہ میں ہوا ہے اور اُسی زمانہ میں
ایک عورت زہرہ ایسی خوبصورت تھی جیسے تاروں میں زہرہ تارہ خوبصورت ہے۔ فرقہ معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ سرے سے
دنیا میں جادو کا وجود ہی نہیں ہے۔ لیکن قرآن شریف میں چند جگہ جو جادو کا ذکر ہے وہ اور صحیحین میں حضرت عائشہؓ کی
وہ حدیث جس میں لبید بن عاصم کا آنحضرت صلعم پر جادو کرنے کا قصہ ہے اہل سنت کے مذہب کی تائید کے لئے کافی ہے
رہا جادو کا سیکھنا اس میں امام ابو حنیفہ و مالک و احمد کا یہ مذہب ہے کہ جادو کا سیکھنا کفر اور سیکھنے کے بعد جو شخص جادو کا
ایک دفعہ بھی عمل کرے تو اُس کی سزا قتل ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کے عمل سے نہیں بلکہ عادت کے
طور پر چند دفعہ جادو کا عمل کرنے سے ایسا شخص واجب القتل ٹھیرتا ہے۔ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ سے جو روایۃ ہے اُس سے
معلوم ہوتا ہے کہ جادو کا سیکھنا کبیرہ گناہ ہے اور ترمذی کی جندب کی روایۃ میں آپ نے جادوگر کی حد قتل قرار دی ہے

ان حدیثوں میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے علمانے کہا ہے کہ اگر بغیر دخل تقدیر الٰہی کے کوئی شخص جادو میں مستقل تاثیر کا اعتقاد رکھے تو کفر ہے ورنہ کبیرہ گناہ ہے۔ امام رازی نے معجزہ اور جادو کا فرق پہچاننے کی غرض سے جادو کے سیکھنے کو واجب لکھا ہے اور علمانے اُسپر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو صحابہ ضرور جادو سیکھتے۔ آیۃ الکرسی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس میں رد سحر کا ایک خاص اثر اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے +

۱۳ ع ۱۲

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ

اے ایمان والو تم نہ کہو راعنا اور کہو انظرنا اور سُنتے رہو اور منکروں کو دُکھ کی

اَلِيْمٌ ۝ مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ

مار ہے دل نہیں چاہتا اُن لوگوں کا جو منکر ہیں کتاب والوں میں اور شرک والوں میں یہ کہ اترے تمپر کچھ

خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

نیک بات تمہارے رب سے اور اللہ خاص کرتا ہے اپنی مہر سے جسے چاہے اور اللہ بڑا فضل رکھتا ہے

اس آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان لوگوں کو راعنا کے لفظ کے کہنے سے منع کیا کیونکہ ظاہری معنی تو اس لفظ کے یہ ہیں کہ اے نبی اللہ کے ہماری طرف بھی متوجہ ہو۔ جس وقت صحابہ آنحضرت صلعم سے دوبارہ کوئی بات پوچھنی چاہتے تھے اُسوقت آپ کی توجہ اپنی طرف مصروف کرنے کے لئے یہ لفظ کہا کرتے تھے لیکن یہود نے اس لفظ کو جب مسلمانوں سے سُنا تو خود بھی آنحضرت صلعم سے بات چیت کرتے وقت اِس لفظ کو کہنا شروع کر دیا مگر یہ لوگ زبان کو دانتوں میں دبا کر عداوت کے سبب سے اِس طرح اِس لفظ کو بولتے تھے جسکے معنے نبی کی شان کے مخالف تھے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تو آیندہ اس لفظ کے بولنے سے روکدیا اور فرمایا کہ یہود لوگ اپنے کفر کے سبب سے ایسی باتیں کرتے ہیں جن کے سبب سے ایک دن سخت عذاب میں پکڑے جاوینگے اور اللہ نے جب تک چاہا نبوت کو بنی اسرائیل میں رکھا اور اب وہ نبوت بنی اسمٰعیل میں آگئی۔ ان کو اُس پر عداوت کا کچھ حق نہیں ہے یہ تو اللہ کی ایک نعمت ہے وہ جسکو چاہے دیوے

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۭ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ

جو موقوف کرتے ہم کوئی آیۃ یا بُھلا دیتے ہیں تو پہنچاتے ہیں اُس سے بہتر یا اُسکی برابر کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا لَكُمْ مِّنْ

قادر ہے کیا تجکو معلوم نہیں کہ اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمان اور زمین کی اور نہیں تمہارا

دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

سوا اللہ کے کوئی حمایتی اور مدد والا

یہود کا یہ اعتقاد تھا کہ توراۃ کے احکام قیامت تک کبھی منسوخ نہیں ہوں گے۔ اسی اعتقاد کی وجہ سے اُنہوں نے انجیل کا

کتاب الٰہی ہونا تسلیم نہیں کیا کیونکہ اس سے ان کو توراۃ کے بعضے احکام کا منسوخ ہو جانا تسلیم کرنا پڑتا تھا اب جبکہ قرآن شریف کی بعضی آیتیں بعضی آیتوں سے منسوخ ہوئیں تو یہود لوگ مسلمانوں سے طرح طرح کی حجتیں اس باب میں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کلام الٰہی کبھی منسوخ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہے سو کرے۔ اپنے بندوں کے حالات کی مصلحت سے جو احکام اُس کو مناسب معلوم ہوئے اُس نے سب سے پہلے صاحب شریعت نبی حضرت نوح سے لیکر حضرت موسیٰ تک وہ احکام نازل فرمائے اور پھر مصلحت وقت کے موافق اُن احکام میں ترمیم کرکے توراۃ نازل فرمائی۔ اگر یہود کا یہ اعتقاد صحیح ہوتا کہ کلام الٰہی کبھی منسوخ نہیں ہوتا تو پچھلی شریعتوں کے احکام منسوخ ہوکر توراۃ کیونکر نازل ہوتی۔ غرض یہود کا یہ اعتقاد اُن کا گھڑا ہوا ایک اعتقاد ہے کسی حکم الٰہی کے موافق نہیں ہے اسی غلط اعتقاد نے عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ان بدنصیبوں کو انجیل پر عمل نہیں کرنے دیا اور یہی غلط اعتقاد قرآن پر عمل کرنے سے انکو روک رہا ہے یہ کام بندوں کا نہیں ہے کہ اللہ کی ہر وقت کی مصلحت میں دخل دیویں کیونکہ بندوں کو ہر وقت مصلحت کا علم نہیں ہے۔ پھر نامعلوم بات میں کوئی کیا دخل دے سکتا ہے اور اگر دخل دیا بھی تو وہ صحیح کیسے ہو سکتا ہے بلکہ بیجا دخل کا یہ نتیجہ ہوتا ہے جو ان لوگوں کا ہوا کہ دو شریعتوں سے منکر ہو گئے اور طرح طرح کے عذاب میں اُس انکار کے سبب سے پھنس گئے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کوئی تبدیل امر وحی میں ہو جاوے تو اُسکو ناسخ و منسوخ کہتے ہیں جو پہلے کا حکم دوسرے جدید حکم سے بدل جاوے ان میں پہلے حکم کو منسوخ اور جدید دوسرے حکم کو ناسخ کہا جاتا ہے مثلاً اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ منسوخ ہے اور لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا اُس کا ناسخ ہے۔ اب منسوخ آیتوں میں بعضی آیتیں تو ایسی ہیں کہ جنکا حکم منسوخ ہو گیا ہے اور قرآن شریف میں اُن کی تلاوت باقی ہے جیسے وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ اور بعضی آیتیں ایسی ہیں جن کی تلاوت باقی نہیں ہے مگر حکم باقی ہے جیسے اذا زنی الشیخ والشیخۃ فارجموھما۔ ناسخ و منسوخ کی یہ سب قسمیں اور ان کی مثالیں اصول تفسیر اور اصول فقہ کی کتابوں میں بالتفصیل ہیں اور بھولی ہوئی آیتیں وہی ہیں جن کی تلاوت کا حکم کچھ بھی باقی نہیں ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم لوگ سورۂ براءۃ کی برابر کی ایک سورۃ قرآن شریف کی سورتوں میں پڑھا کرتے تھے مگر وہ اب یاد نہیں رہی۔ ناسخ آیت کبھی محنت و مشقت کے کم ہو جانے میں منسوخ آیت سے بہتر ہوتی ہے جیسے تہجد کی نماز فرض ہونے کی منسوخی اور کبھی ثواب کے بڑھ جانے میں بہتر ہوتی ہے جیسے عاشورے کے دن کے روزے کے بدلے میں رمضان کے روزے۔ اور کبھی ناسخ و منسوخ دونوں برابر کے درجہ میں ہوتے ہیں جیسے بیت المقدس کی جانب کا قبلہ منسوخ ہوکر کعبہ کی جانب قبلہ کا قرار پانا کہ ثواب اور مشقت میں دونو برابر ہیں۔ اکثر علماء کا یہ مذہب ہے کہ صحیح حدیث سے قرآن شریف کی آیۃ منسوخ ہو سکتی ہے۔ تفصیل اس مسئلہ کی اصول فقہ کی کتابوں میں ہے۔ اگرچہ بعضے علماء نے منسوخ آیتوں کی تعداد بہت آیتوں کی بتلائی ہے۔ لیکن شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ

نے فوز الکبیر میں بڑی بحث کے بعد صرف پانچ آیتیں منسوخ قرار دی ہیں جن کی تفصیل احسن الفوائد کے مقدمہ میں اور اس تفسیر کے مقدمہ میں بتلا دی گئی ہے ✦

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ
کیا تم مسلمان بھی چاہتے ہو کہ سوال شروع کرو اپنے رسول سے جیسے سوال ہو چکے ہیں موسیٰ سے پہلے اور جو کوئی انکار

الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝
لیوے بدلے یقین کے وہ بھولا سیدھی راہ سے

یہود کے بہکانے سے بعضے مسلمان آنحضرت صلعم سے غیر ضروری باتیں پوچھتے تھے اور قرآن شریف کے نازل ہونے کے زمانہ میں جو کچھ کوئی پوچھتا تھا اُس کا جواب قرآن شریف کی کسی آیۃ کے ذریعہ سے ضرور نازل ہوتا تھا اور غیر ضروری سوال کی صورت میں کوئی سخت حکم اگر ایسا نازل ہو جاتا جس کی تعمیل میں کوئی دشواری پیش آتی یا کوئی حلال چیز مسلمانوں پر حرام ہو جاتی تو بڑی خرابی کی بات تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کثرتِ سوال سے روکا اور فرمایا کہ کیا تمہارا ارادہ یہ ہے کہ تم بھی بنی اسرائیل کی طرح اللہ کے رسول سے ہر گھڑی غیر ضروری باتیں پوچھنے کی عادت ڈال لو۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ بنی اسرائیل کی ہر گھڑی کی پوچھ گچھ سے اُن پر بعضے احکام ایسے نازل ہو گئے کہ اُن کی تعمیل میں پھر اُنہوں نے تساہل کیا جس کے سبب سے وہ گمراہی میں پڑ گئے۔ صحیحین میں مغیرہ ابن شعبہ سے روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے غیر ضروری کثرتِ سوال سے منع کیا اور فرمایا کہ پچھلی امتوں کے لوگ کثرتِ سوال سے طرح طرح کی ہلاکت میں پڑ گئے ✦

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ
دل چاہتا ہے بہت کتاب والوں کا کسی طرح تم کو پھیر کر مسلمان ہوئے پیچھے کافر کریں حسد کر کر

عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ
اپنی اندر سے بعد اسکے کہ کھل چکا اُن پر حق سو تم درگذر کرو اور خیال میں نہ لاؤ جب تک بھیجے اللہ اپنا حکم

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ
اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور کھڑی رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور جو آگے بھیجو گے اپنے واسطے

مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝
بھلائی وہ پاؤ گے اللہ کے پاس اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے

باوجود امی ہونے کے آنحضرت صلعم یہود کو ایسی باتوں کی خبر دیتے تھے جو اُن کی توراۃ کے بالکل موافق ہوتی تھیں اور دنیا کے لالچ سے اگرچہ اُنہوں نے توراۃ کی اُن آیتوں کو بدل ڈالا تھا جن میں نبی آخر الزمان کے اوصاف کا ذکر تھا

لیکن اپنے دل میں وہ آنحضرت کے نبی آخرالزمان ہونے کے قائل تھے۔ فقط اِس حسد سے کہ نبی آخرالزمان اُنکی قوم بنی اسرائیل میں کیوں نہیں ہوئے۔ جہاں تک اُن کا بس چلتا تہا مسلمانوں کو اُن کے دین سے بچلانے میں کمی نہ کرتے تھے۔ اسی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اِن آیتوں میں فرماکر یہ فرمایا ہے کہ یہود کی ہرطرح کی عداوت کی باتوں پر اُسوقت تک صبر اور درگذر کرو جب تک اللہ کا کوئی حکم اخیر نازل ہو اور ہرحال میں نماز زکوۃ اس طرح کے نیک کاموں میں لگے رہو کہ اللہ اپنے بندوں کے عملوں کو دیکھتا ہے اور ایک دن سب عملوں کی سزا جزا دہ دیویگا۔ یہود کے حق میں حسبُ عدۂ اللہ کا حکم اخیر اپنے وقت مقررہ پر نازل ہوا جس سے مدینہ کے گرد و نواح کے سب یہود برباد ہوگئے کیونکہ کچھ قتل کردیے گئے اور کچھ مدینہ کے نواح سے نکالدیے گئے۔ درگذر کی سب آیتیں ایک وقت معین تک عمل کرنے کی غرض سے نازل ہوئی تہیں۔ اِس لئے صحیح مذہب یہی ہی کہ جہاد کے حکم سے کوئی درگذر کا حکم منسوخ نہیں ہے ✤

وَقَالُوا لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوا

اور کہتے ہیں ہرگز نہ جاوینگے جنت میں مگر جو ہونگے یہود یا نصارے یہ آرزوئیں باندہ لی ہیں اُنہوں نے تو کہہ لے آؤ

بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ

سند اپنی اگر تم سچے ہو کیوں نہیں جسنے تابع کیا مُنہ اپنا اللہ کے اور وہ نیکی پر ہے اُسی کو ہی مزدوری

عِندَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

اپنے رب کے پاس اور نہ ڈر ہے اُن پر اور نہ اُن کو غم ہے

باوجود طرح طرح کی نافرمانیوں میں گرفتار ہونے کے اہل کتاب کا یہ دعوی تہا کہ یہود اپنے آپ کو جنتی اور سب کو دوزخی کہتے تھے۔ اور یہی دعوے نصرانیوں کا اپنی قوم کے حق میں تہا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن دونوں کے غلط دعوے کو بے سند قرار دیکر فرمایا کہ جنت میں جانے اور حشر کے دغدغہ سے بیخوف رہنے کے قابل وہی شخص ہے جس کا عمل حکم الٰہی کے موافق اور خالص لوجہ اللہ ہوگا جس کے عمل میں یہ دو شرطیں نہیں وہ جنت میں کیا جاسکتا ہے۔ جنت خدا کی ہے کسی کی میراث نہیں کہ بغیر مرضی خدا کے زبردستی جنت میں گھس جاوے ✤

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارَىٰ لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَىٰ

اور یہود نے کہا نصارے نہیں کچھ راہ پر اور نصارے نے کہا یہود نہیں کچھ

شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ ۗ كَذَٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللَّهُ

راہ پر اور وہ سب پڑہتے ہیں کتاب اسیطرح کہی اُن لوگوں نے جن پاس علم نہیں اُنہیں کی سی بات اب اللہ

يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝

حکم کریگا اُن میں قیامت کے دن جس بات میں جھگڑتے تھے

۱۴ ع ۱۴

نجران ایک جگہ ہے وہاں کے کچھ نصارے آنحضرت صلعم کے پاس آئے تھے اُن کے آنے کی خبر سُنکر یہود کے کچھ عالم

لوگ اُس مجلس میں آئے اور دونوں فریق میں کچھ جھگڑا ہو کر ایک نے دوسرے کے دین کو بے بنیاد بتایا۔ اُس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی اور فرمایا کہ یہ لوگ اہل کتاب ہیں اور ایک فریق کی کتاب میں دوسرے فریق کے دین کی تصدیق موجود ہے پھر بھی عرب کے اُمی لوگوں کی سی باتیں یہ لوگ اس لئے کرتے ہیں کہ شیطان کے بہکانے سے حق بات کے نہ ماننے میں ان سب کے دل ایک سے ہو گئے ہیں پھر فرمایا کہ حق ناحق کے فیصلہ کے لئے قیامت کا دن مقرر ہے اُس دن ان سب کا فیصلہ ہو جاوے گا ❖

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ

اور اُس سے ظالم کون جسنے منع کیا اللہ کی مسجدوں میں کہ پڑھیے وہاں نام اُس کا اور دوڑا اُسکے اجاڑنے کو ایسوں کو

مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ کی مسجدوں میں قدم رکھ سکیں مگر ڈرتے ہوئے اُن کو دنیا میں ذلت ہے اور اُن کو آخرت میں بڑی مار ہے

ہجرت کے بعد ۶ھ میں آنحضرت صلعم نے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ ذی قعدہ میں عمرہ کے قصد سے مکہ کا ارادہ کیا اور مشرکین مکہ نے آپ کو مکہ کے اندر نہ جانے دیا بلکہ رستہ میں ایک مقام جسکا نام حدیبیہ ہے وہاں آنحضرت صلعم اور صحابہ کی جماعت کو روک دیا جس کا قصہ سورۂ انا فتحنا میں آویگا۔ حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ اُسی قصہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی اور مسجد الحرام میں ذکر الٰہی سے حج والوں یا عمرہ والوں کو روکنا بھی مسجدوں کو اوجاڑنا ہے۔ کیونکہ مسجدوں کی آبادی یہی ذکر الٰہی ہے۔ سورۂ توبہ میں آویگا اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ الخ جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ مسجدیں اُن ہی لوگوں سے آباد ہیں جو مسجدوں میں نماز پڑھتے ہیں جس سے یہ معلوم ہوا کہ جو لوگ مسجدوں میں کسی کو ذکر الٰہی سے روکتے ہیں وہ گویا مسجدوں کے اوجاڑنے کے درپے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ بعضے مفسروں نے حضرت عبداللہ بن عباس کے قول پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اہل مکہ نے قصہ حدیبیہ کے وقت مسجد الحرام کے اوجاڑنے کا کوئی کام نہیں کیا فقط آنحضرت صلعم اور آپکے صحابہ کو مکہ کے اندر جانے سے روکا تھا۔ سورۂ توبہ کی اس آیۃ کے مطلب سے اُن مفسروں کا یہ اعتراض صحیح نہیں معلوم ہوتا اور ترجمہ کے اس جملہ کا کہ ایسوں کو نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ کی مسجدوں میں قدم رکھ سکیں مگر ڈرتے ہوئے یہ مطلب ہے کہ اب تو ان مشرکین مکہ نے رسول اور اُن کے ساتھ والوں کو عمرہ سے روکا ہے قریب وقت آتا ہے کہ یہ مشرک لوگ مسجد الحرام میں ڈرتے ہوئے گھسا کرینگے۔ اللہ سچا ہے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ تھوڑے دنوں کے بعد مکہ فتح ہو گیا اور مسجد الحرام میں جانے اور طواف کرنے سے مشرک لوگ روک دیئے گئے۔ اور صلح والے مشرکوں میں سے کوئی شخص فتح مکہ کے بعد اگر مسجد الحرام میں جاتا بھی تھا تو اُسکو یہ خوف لگا رہتا تھا کہ کسی سبب سے اُسکو مسلمانوں کے ہاتھ سے کوئی ضرر نہ پہنچ جاوے۔ اِس آیۃ میں مسلمانوں کو یہ بشارت تھی جس کا ظہور فتح مکہ کے وقت ہوا اُس سے بھی حضرت عبداللہ بن عباس کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ یہ آیۃ مشرکین مکہ

کی شان میں ہے۔ دنیا کی ذلت تو فتح مکہ کے وقت اِن مشرکوں نے دیکھ لی کہ جن بتوں کو یہ لوگ خدا کا شریک گنتے تھے وہ جا کر توڑے [جاکر] مسلمانوں کے پیروں میں روندے گئے عقبےٰ کا عذاب جو مشرکوں پر ہوگا وہ بھی قیامت کے دن سب کی آنکھوں کے سامنے آجاویگا ❖

وَلِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝

اور اللہ ہی کی ہے مشرق اور مغرب سو جس طرف تم منہ کرو وہ وہاں ہی متوجہ ہے اللہ برحق اللہ سمایش کرنے والا ہی سب خبر رکھتا ہی

ہجرت کے بعد جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیت المقدس کی طرف نماز پڑہی جاتی تھی آنحضرت صلعم اور صحابہ کو مکہ کیطرف منہ کرکے نماز نہ پڑہنے کا کسی قدر رنج رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مسلمانوں کی تسلی کے لئے یہ آیۃ نازل فرمائی اور فرمایا کہ اللہ کے حکم سے جدہر نماز پڑہی جاوے ثواب میں سب برابر ہے۔ بیت المقدس ہوا تو کیا مکہ ہوا تو کیا۔ کعبہ کو قبلہ ٹہیرانے کا وقت جو علم الٰہی میں مقرر تھا جب وہ آگیا تو کعبہ کو قبلہ ٹہیرانے کا حکم جو نازل ہوا وہ آگے آویگا۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے یوں بھی روایت ہے کہ جب کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑہنے کا حکم آیا اور اُدہر مُنہ کرکے آنحضرت صلعم اور صحابہ نے نماز پڑہنی شروع کی تو بیت المقدس کی طرف کا قبلہ قائم نہ رکھنے پر یہود طرح طرح کا اعتراض کرتے تھے اُسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مشرق اور مغرب سارے جہان کا مالک ہے اُسکے حکم سے جدہر نماز پڑہی جاوے وہ قبول کریگا اور اجر دیویگا مسلم ترمذی وغیرہ میں جو حضرت عبداللہ بن عمر سے روایۃ ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ نفل نماز سفر میں سواری پر آدمی پڑہے تو یہ آیۃ اُس باب میں نازل ہوئی ہے کہ اس طرح کی نفلی نماز سواری کے جانور کا جدہر منہ ہو اُدہر ہو سکتی ہے۔ احسن الفوائد کے مقدمہ میں اور اسی تفسیر کے مقدمہ میں یہ امر بیان کردیا گیا ہے کہ کبھی چند سبب جمع ہوکر اُن سب کے حکم کے طور پر ایک آیۃ نازل ہوتی ہے اور ایسی آیتوں کی شان نزول میں سلف کی چند روایتیں ہوتی ہیں کسی روایۃ میں ایک سبب نزول کا ہوتا ہے اور کسی میں دوسرا۔ یہ آیۃ بھی اسی قسم کی ہے ❖

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا سُبْحٰنَہٗ بَلْ لَّہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کُلٌّ لَّہٗ قٰنِتُوْنَ ۝

اور کہتے ہیں اللہ رکھتا ہے اولاد وہ سب سے نرالا بلکہ اسکا مال ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں سب اُسکے آگے ادب سے ہیں

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۝

نیا بنانے والا آسمان اور زمین کا اور جب حکم کرتا ہی ایک کام کا تو یہی کہتا ہے اُسکو کہ ہو وہ ہوتا ہے

یہود حضرت عزیر کو نصاریٰ حضرت عیسےٰ کو اللہ کا بیٹا اور مشرکین عرب فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ اِس آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے اُن سب کو جھٹلایا۔ حاصل معنی آیۃ کے یہ ہیں کہ باپ اور اولاد میں کچھ مناسبت ضرور ہی اللہ کی

ذات پاک تو نرالی ہے۔ زمین آسمان۔ عزیر۔ مسیح۔ ملائکہ سب کچھ اُس کا پیدا کیا ہوا عالم ہے۔ خالق اور مخلوق میں کیا مناسبت ہے جو مخلوقات میں سے کسی کو اُس ذات پاک کی بی بی اور کسی کو اولاد قرار دیا جاوے اس طرح کی بات کا مُنہ سے نکالنا اس طرح کا ایک بہتان ہے جس سے آسمان پھٹ کر گر پڑے تو گر سکتا ہے پہاڑ جگہ سے ہل جاویں تو ہل سکتے ہیں صحیحین اور صحیح بخاری وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان نے مجھکو جھٹلایا اور مجھکو گالیاں دیں جھٹلایا تو یوں کہ میں اپنے کلام میں اُسکو ایک دفعہ مار کر پھر جلانے کی خبر دیتا ہوں اور وہ اس بات کو جھٹلاتا ہے اور گالیاں یہ دیں کہ وہ مجھکو صاحب اولاد قرار دیتا ہے۔ پھر آنحضرت صلعم نے فرمایا اللہ تعالےٰ بڑا بردبار ہے۔ لوگ اُسکے بیٹا بیٹی ٹھیراتے ہیں اور وہ اُنکو رزق اور تندرستی دیتا ہے +

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ

کہنے لگے جن کو علم نہیں کیوں نہیں بات کرتا ہم سے اللہ یا ہمکو آوے کوئی آیت اسی طرح کہہ چکے ہیں اُن سے

قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۭ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝

اگلے انہیں کی سی بات ایک سے ہیں دل اُن کے ہم نے بیان کر دیں نشانیاں واسطے اُن لوگوں کے جنکو یقین ہو

قتادہ کے قول کے موافق یہ آیۃ مشرکین مکہ کی شان میں ہے اور آیۃ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰۗىِٕكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا سے اس قول کی تائید بھی ہوتی ہے کیونکہ اِس مکی سورۃ سورۂ فرقان کی اِس آیۃ کا مطلب یہ ہے کہ یہ مشرکین مکہ جن کو حشر کا اقرار اور امید نہیں ہے یہ کہتے ہیں کہ اے محمد تمہاری نبوت کی تصدیق کوئی فرشتہ یا خود خدا ہمارے پاس آنکر کیوں نہیں کہہ دیتے۔ اِس صورت میں ان سے اگلوں سے مراد اہل کتاب ہیں اور معنی آیۃ کے یہ ہیں کہ مشرکین عرب اور اہل کتاب ان سب کا بہکانے والا ابلیس علیہ اللعنۃ ہے جو ایک سی باتیں ان کے دلوں میں ڈالتا ہے اس لئے یہ سب ایک سی باتیں کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ان کی یہ باتیں محض جہل اور عناد کے سبب سے ہیں ورنہ تصدیق رسول میں صاحب یقین کے لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام میں نشانیاں تو کافی بیان کر دی ہیں۔ مثلاً قرآن کے کتاب الٰہی ہونے کی یہ نشانی ان سب کے لئے کیا کم ہے کہ قریش باوجود تقاضے کے ایسا کلام بنانے سے عاجز ہیں اور اہل کتاب جن کتابوں کو کتاب الٰہی جانتے ہیں اُن کی پوری تصدیق قرآن میں موجود ہے اور ان نشانیوں سے قرآن جب کلام الٰہی ہے تو جس اللہ کے رسول پر یہ قرآن اللہ کی طرف سے نازل ہوتا ہے اُس کے رسول برحق ہونے میں کوئی صاحب عقل شک و شبہ نہیں کر سکتا +

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔـلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ۝

ہمنے بھیجا ہے تجھکو ٹھیک بات لیکر خوشی اور ڈر سنانے کو تجھسے پوچھ نہیں دوزخ والوں کی

آنحضرت صلعم کو کبھی کبھی اِس بات کا رنج ہوتا تھا کہ باوجود کامل فہمایش اور کافی دلیلوں کے اہل عرب اور اہل کتاب

میں کے بھکے ہوئے لوگ راہ راست پر کیوں نہیں آتے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا یہ رنج رفع کرنے کو یہ
آیۃ نازل فرمائی اور فرمایا کہ باوجود فہمایش کے جو لوگ راہ راست پر نہیں آتے اُن کے باب میں قیامت
کے دن تم سے یہ نہیں پوچھا جاویگا کہ وہ راہ راست پر کیوں نہیں آئے۔ راہ راست پر لانا خدا کا کام ہے
تمہارا کام صرف اتنا ہی ہے کہ راہ راست والوں کو نجات اخروی کی خوشخبری کی اور گمراہوں کو خرابی عقبےٰ
کی آہتیں سُنانے کی کوشش کرتے رہو۔ اس کے بعد علم الٰہی میں جن لوگوں کا راہ راست پر نہ آنا اور
اُن سے دوزخ بھرا جانا قرار پاچکا ہے وہ تو آخر ہو کر رہے گا ✤

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ
ہرگز راضی نہوں گے تجھسے یہود اور نصارے جب تک تابع نہ ہو تو اُن کے دین کا تو کہہ جو راہ اللہ دکھانے
هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ
وہی راہ ہے کبھی تو چلا اُن کی پسند پر بعد اُس علم کے جو تجھ کو پہنچا تو تیرا کوئی نہیں
مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ؔ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ
اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنے والا نہ مددگار جن کو ہم نے دی ہے کتاب وہ اُسکو پڑھتے ہیں جو حق ہے پڑھنے کا
اُولٰٓئِكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝
وہ اُسپر یقین لاتے ہیں اور جو کوئی منکر ہوگا اُس سے سو انہیں کو نقصان ہے

ع ۹ ۱۴ ۱۴

اہل کتاب ملنے جلنے کے وقت کبھی کبھی مسلمانوں سے ایسی باتیں ظاہر میں کرتے تھے جن سے توقع ہوتی تھی کہ
شاید وہ راہ راست پر آجاوینگے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے دل کا حال اپنے رسول کو جتلایا کہ وہ لوگ اپنے
ہی دین کو راہ راست سمجھتے ہیں۔ اس لیے جب تک انسان اُن جیسا نہو جاوے وہ لوگ ہرگز رضامند نہیں ہوسکتے
اس واسطے ان لوگوں کی ظاہری باتیں دل سے نہیں ہیں محض اوپری ہیں اور یہ تو معلوم ہے کہ ان لوگوں نے
اپنے دین کے اکثر احکام کو بدل ڈالا ہے اور کچھ احکام اُن کے دین کے منسوخ ہوگئے ہیں۔ اس بات کے معلوم
ہوجانے کے بعد بھی اُن جیسا جو کوئی ہوجاویگا اُس سے اللہ مواخذہ کریگا۔ اور اللہ کے مواخذہ سے اُس کو کوئی
نہ بچا سکے گا۔ اس آیۃ میں اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کو مخاطب ٹھیرا کر امۃ کے لوگوں کو یہ بات سُنائی ہے۔ آخر
آیت میں جو اہل کتاب راہ راست پر آگئے تھے اللہ تعالیٰ نے اُن کے حق میں فرمایا کہ وہ کتاب الٰہی کو اس طرح
پڑھتے ہیں جو پڑھنے کا حق ہے۔ مطلب اس آیۃ کا یہ ہے کہ اُس کی آیتوں میں کچھ ردوبدل نہیں کرتے بلکہ اُسکے احکام
کے پورے پابند ہیں۔ پھر فرمایا جو لوگ اس ڈھنگ پر نہیں وہ ٹوٹے میں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ چند روزہ دنیا کے
لیے اُنہوں نے اپنی عقبےٰ برباد کی اس سے بڑھ کر اور کیا ٹوٹا ہوگا ✤

يٰبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝
اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان میرا جو میں نے تم پر کیا اور وہ کہ بڑا کیا تم کو سارے جہان پر

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ
اور بچو اُس دن سے کہ نہ کام آوے کوئی شخص کسی شخص کو ایک ذرہ اور نہ قبول ہو اُسکی طرف سے بدلا اور نہ کام آئے اُسکے شفاعت
وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝
اور نہ اُن کو مدد پہنچے

اُنحضرت صلعم کے زمانہ کے یہود اُن نعمتوں کو بھول گئے تھے جو اللہ تعالی نے اُن کے بڑوں پر کی تھیں جنکے سبب سے وہ نبی زادے اور بادشاہزادے کہلاتے تھے۔ اللہ تعالی نے جگہہ جگہہ اُن کو ہوشیار کرنے کیلئے پہلے یا بنی اسرائیل کے لفظ سے اُنکو مخاطب کیا ہے اور پھر اپنی نعمتوں کو یاد دلایا ہے تاکہ وہ سمجھ جاویں کہ جو اللہ نعمتوں کے دینے پر قادر ہے وہ ایک دم میں اپنی نعمتیں چھین لینے پر بھی قادر ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم ایک تو اللہ کے رسول ہیں جس بات کو اُن کے دل خوب ہی جانتے ہیں کیونکہ اس پر اُن کی کتاب پوری گواہی دیتی ہے۔ دوسرے وہ اُن کے چچازاد بھائی بھی ہیں۔ اتنی مدت اولاد اسحاق میں نبوت رہی اب اگر بنی اسمٰعیل میں ایک نبی ہوئے تو اسپر اُن کو اس قدر حسد کیوں ہے جس کے سبب سے اللہ کی نافرمانی اور اُس سے اپنی بربادی کے یہ لوگ دن بدن درپے ہوئے جاتے ہیں۔ باوجود اللہ کی اِس قدر فہمایش کے یہود نے اللہ تعالی کی نصیحت کو نہ مانا ✝

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ
جب آزمایا ابراہیم کو اُسکے رب نے کئی باتوں میں پھر اُسنے وہ پوری کیں فرمایا میں تجھکو کرونگا سب لوگوں کا پیشوا
قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ۭ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ۝
بولا اور میری اولاد میں کہا نہیں پہنچتا میرا قرار بے انصافوں کو

مشرکین مکہ اہل کتاب سب کا سلسلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتا ہے اسلیئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ سب مانتے تھے لیکن حضرت ابراہیم کے طریقہ پر اُن میں سے کوئی نہ تھا۔ اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم کا حال اور ملت ابراہیمی کا حال بیان فرمایا کہ یہ سب لوگ قائل ہوں۔ بنی اسرائیل کو یہ دعوے تھا کہ ہم اولاد ابراہیم میں ہیں اور اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم سے وعدہ کیا تھا کہ نبوت اُن کے ہی گھر میں رہے گی اللہ تعالی نے اس کا جواب دیا کہ وعدہ الٰہی کے موافق نبوت تو اب بھی ابراہیم کے گھرانہ میں ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اسحاق و اسمٰعیل اپنے دونوں بیٹوں کے حق میں نبوت کی دعا کی تھی وہ قبول ہوئی اور ایک مدت تک اولاد اسحاق میں اُس دعا کے اثر سے نبوت رہی۔ اب بنی اسمٰعیل میں آئی۔ یہ کیا بے انصافی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے

ایک بیٹے کی اولاد میں ہمیشہ کے لئے اُس دعاے ابراہیمی کا اثر باقی رہے۔ اور ایک بیٹے کی اولاد ہمیشہ کے لئے اُس دعا کے اثر سے محروم رہے۔ اس طرح کی بے انصافی سے تو استحقاق نبوت ہو تو بھی زائل ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام سے جو وعدہ کیا ہے خود اُس میں یہ موجود ہے کہ اولاد ابراہیمی میں بے انصافوں کو اللہ کا عہد نبوت نہیں پہنچ سکتا۔ مشرکین مکہ کو یہ دعوے تھا کہ ہم اولاد ابراہیم ہونے کے علاوہ اُس گھر کے خدمتگار ہیں جو ہمارے دادا ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے اور ملت ابراہیمی اُس طریقہ کا نام ہے جس پر ہم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کے جواب میں فرمایا وَعَهِدْنَا اِلٰی اِبْرٰهِیمَ وَ اِسْمٰعِیلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تو پہلے ہی اپنے گھر کو ہر طرح کی نجاست سے پاک و صاف رکھنے کا عہد ابراہیم و اسمٰعیل دونوں سے لے لیا تھا اور اس خاندان میں وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ کی وصیت بھی اس عہد کے موافق چلی آئی تھی۔ تم نے اللہ کے گھر میں بت پرستی کے شرک کی نجاست پھیلا رکھی تھی۔ جن دادا کے یہ لوگ اپنے آپ کو پوتے کہتے ہیں اُن دادا کا حال کیا اُن کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے تو نمرود کے بتوں کو توڑا اور اپنے آپ کو آگ میں ڈالے جانے کا مستحق ٹھیرایا۔ دادا تو بتوں کے دشمن پوتے وہ بتوں کے غلام خانہ زاد۔ غرض عہد ابراہیمی وصیت ابراہیمی طریقہ ابراہیمی سب کو بالائے طاق رکھکر تم کو اولاد ابراہیم ہونیکا کیا فخر ہے پوتا وہ ہے جو دادا کے طریقہ پر ہو نہ وہ جو دادا کے طریقہ کو مٹا وے وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰهِیمَ رَبُّهٗ بِکَلِمٰتٍ میں کلمات سے مراد امامت نبوت اور ملت ابراہیمی کے وہ سب احکام ہیں جو دس صحیفوں کے ذریعہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئے تھے ❖

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی ؕ

جب ٹھیرایا ہم نے یہ گھر کعبہ اجتماع کی جگہ لوگوں کے لئے اور پناہ اور کر رکھو جہاں کھڑا ہوا ابراہیم نماز کی جگہ

مَثَابَةً لِّلنَّاسِ کے معنی لوگوں کے اکٹھے ہونے کی جگہ امن سے مراد بے کھٹکے رہنا لوٹ کھسوٹ دشمن کی چڑھائی کسی بات کا کچھ اندیشہ نہیں۔ بعضے علماء نے اس آیت سے یہ مطلب نکالا ہے کہ اگر کوئی مجرم حرم میں امن کے ارادہ سے جا بیٹھے تو اُس پر حد قائم نہیں ہو سکتی لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اُس کو کھانے پینے سے یہاں تک تنگ کیا جاوے کہ وہ حرم سے باہر آجاوے پھر اُس پر حد شرعی قایم کی جاوے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی حرم کی یہ عظمت تھی کہ وہاں کوئی کسی کو نہیں ستاتا تھا صحیحین وغیرہ میں جو صحیح حدیثیں ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں اور بھی امن کی باتیں ہیں وہاں حرم کی حد میں شکار حرام ہے۔ وہاں کی گری پڑی چیز وہی شخص اُٹھا سکتا ہے جو اُس کو مالک تک پہنچا دیوے وہاں کی گھاس تک نہیں کاٹی جاتی۔ فتح مکہ کے وقت خاص طور پر آنحضرت صلعم کو وہاں کچھ تھوڑی دیر کے لئے لڑائی اور قتل کی اجازت خدا تعالیٰ کی بارگاہ سے ملگئی تھی۔ پھر قیامت تک وہی بات قایم ہوگئی۔ مکہ کی یہ عظمت دنیا کے پیدا ہونے کے وقت سے ہے۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ عظمت لوگوں کو دوبارہ جتلائی ہے۔ ہجرت کے بعد یہی عظمت آنحضرت صلعم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ منورہ کے دونوں پہاڑوں کے مابین جتنی زمین ہے

اُس کی فرمائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو باتیں حد حرم کے اندر جائز نہیں ہیں وہ مدینہ منورہ کی اُس قدر زمین پر بھی ناجائز ہیں۔ رہی یہ بات کہ ان دونوں متبرک مقاموں میں مکہ افضل ہے یا مدینہ۔ جمہور کے نزدیک مکہ افضل ہے لیکن امام مالک کا اس میں اختلاف ہے مگر بات یہی ہے کہ مکہ اللہ کا گھر ہے اور مدینہ اللہ کے رسول کا۔ مقام ابراہیم اس پتھر کا نام ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی ہے۔ آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکر رض کے عہد میں یہ پتھر کعبہ کی ایک دیوار میں لگا ہوا تھا حضرت عمر رض نے اس کو وہاں سے نکال کر اس جگہ رکھ دیا جہاں اب وہ موجود ہے۔ حج کے وقت طواف سے فارغ ہونے کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے دو نفل کا پڑھنا سنت ہے۔ بخاری اور مسلم کی روایتوں میں ان نفلوں کا ذکر ہے۔ حضرت عمر رض کی رائے کے موافق جو آیات قرآنی نازل ہوئی ہیں ان میں یہ آیت بھی داخل ہے کیونکہ حضرت عمر رض نے مقام ابراہیم کو مصلےٰ ٹھہرانے کا ذکر آنحضرت صلعم سے کیا تھا اس پر یہ آیۃ نازل ہوئی۔ بخاری اور مسلم وغیرہ میں جو روایتیں ہیں انہیں یہ شان نزول بیان کی گئی ہے

وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ

کہہ دیا ہم نے ابراہیم اسماعیل کو کہ پاک رکھو گھر میرا واسطے طواف والوں اعتکاف والوں رکوع سجدہ کرنے والوں کے

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُم بِاللَّهِ

جب کہا ابراہیم نے اے رب کر اس کو شہر امن کا رزق دے اسکے لوگوں کو میوے جو کوئی اُن میں یقین لاوے اللہ پر

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ قَالَ وَمَن كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ وَإِذْ

اور پچھلے دن پر فرمایا اور جو کوئی منکر ہے اسکو بھی فائدہ دونگا تھوڑے دن پھر اُسکو قید کر بلاؤنگا دوزخ کے عذاب میں اور بری جگہ پہنچ کر جب

يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ رَبَّنَا

اٹھانے لگا ابراہیم بنیادیں اس گھر کی اور اسمٰعیل اے رب قبول کر ہم سے تو ہی ہے اصل سنتا جانتا اے رب

وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّكَ

کر ہم کو حکم بردار اپنا اور ہماری اولاد میں بھی ایک امت حکم بردار اپنی اور جتا ہم کو دستور حج کرنے کے اور معاف کر ہم کو تو

أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝

ہی ہے اصل معاف کرنے والا مہربان

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اس آیۃ میں اللہ کے گھر کو پاک رکھنے سے یہ مراد ہے کہ شرک کی باتوں بت پرستی وغیرہ سے اس کو پاک رکھا جاوے۔ سورۂ حج کی آیت وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا سے حضرت عبداللہ بن عباس کی اس تفسیر کی پوری تائید ہوتی ہے کیونکہ معنی اس آیۃ کے یہ ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ بنانے کے لئے وہ خالی جگہ اس ہدایت سے بتلائی گئی تھی کہ وہ اس گھر کو ایسی خالص توحید کی نیت سے بنا دیں کہ یہ گھر بت پرستی سے پاک رہے اور جب

خالی جگہہ پر کعبہ بن گیا اور آیندہ نسل ابراہیمی سے بستی بڑھ کر وہاں ایک شہر آباد ہونے کی امید حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہو گئی تو اُس ہدایت الٰہی کے موافق وہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی جس کا ذکر سورۂ ابراہیم میں ان لفظوں سے ہے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ مطلب اِس دعا کا یہ ہے کہ یا اللہ اس جگہہ کو امن کی جگہہ بنا دے اور مجکو اور میری اولاد کو بت پرستی کی بلا سے بچا جو بلا اس جگہہ کے گرد و نواح میں کثرت سے پھیل رہی ہے جس نے بہتوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ اِس تفسیر میں یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ قرآن شریف میں پچھلے قصے محض قصہ کے طور پر نہیں ذکر کئے جاتے بلکہ اُن کے ذکر سے زمانہ نزول قرآن کا کوئی مطلب تاریخی دلیل سے ثابت کیا جاتا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ ذکر مشرکین مکہ کی اِس تنبیہ کے لئے ہے کہ اگرچہ بناے کعبہ کے وقت سے ہی مکہ میں شرک نہ پھیلنے کا اہتمام تھا مگر اغواے شیطانی سے وہاں بُت پرستی پھیل گئی ہے اور اِس شرک کے دفع کرنے کے ارادے سے اللہ نے نبی آخر الزمان کو پیدا کیا ہے اور خواہ نرمی سے ہو خواہ سختی سے اللہ کا یہ ارادہ وقت مقررہ پر ضرور پورا ہوگا اور دعاے ابراہیمی کا اثر مکہ میں جس طرح پہلے تھا وہی پھر قایم ہو جاوے گا اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے آخر کو مکہ کیا کل جزیرۂ عرب سے بُت پرستی ایسی گئی کہ جسکے آنے کا خوف اب قیامت تک جاتا رہا۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت جابر سے روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا شیطان جزیرۂ عرب کی بُت پرستی سے تو اب مایوس ہو گیا ہاں جزیرۂ عرب میں اُسکا اسی قدر کام باقی رہ گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو آپس میں لڑاویگا۔ قسطلانی میں ہے کہ کعبہ دس دفعہ بنایا گیا ہے پہلے دفعہ فرشتوں نے بنایا پھر حضرت آدم نے پھر شیث نے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پھر قوم عمالقہ کے لوگوں نے پھر قوم جرہم کے ایک شخص نے جس کا نام حارث بن مضاض تہا پھر قصی نے جو پانچویں پیڑہی میں آنحضرت صلعم کا دادا تہا پھر قریش نے پھر ابن زبیر نے پھر حجاج نے یہی عمارت اخیر تک رہویگی۔ صحیحین وغیرہ میں روایتیں ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ یاجوج ماجوج کے نکلنے کے بعد جب حج عمرہ موقوف ہو جاویگا تو ایک سوکہی سوکہی پنڈلیوں والا حبشی اُس کو ڈھا دیویگا۔ نبوت کی دعا میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منع کیا تہا کہ ظالم ناانصاف اولاد کے لئے نبوت کی دعا نہ مانگی جاوے۔ اسی خیال سے یہاں کشایش رزق کی دعا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فقط ایماندار اولاد کے لئے کشایش رزق کی دعا کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں کشایش رزق دنیوی میں اس قید کے لگانے کی ضرورت نہیں۔ اِس دعا کے مستحق رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور امت مسلمہ آپ کی امت اور حکمت آپ کی سنت مسند امام احمد وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ انبیا کے گروہ میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آنحضرت صلعم کا ذکر اپنی دعا میں کیا ہے پہر اور نبیوں نے آپ کے پیدا ہونے اور نبی آخر الزمان ہونے کی خبر دی ہے ✦

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ
اے رب ہمارے اُٹھا اُن میں ایک رسول اُنہیں میں کا پڑھے اُنپر تیری آیتیں اور سکھاوے اُن کو کتاب اور پکی باتیں اور سنوارے اُن کو

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝
تو ہے اصل زبردست حکمت والا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اُس دعا کا یہ خاتمہ ہے جو اُنہوں نے اپنی اُس اولاد اور اولاد الاولاد کے لئے کی تھی جو مکہ میں سکونت کرنے والی تھی ابو العالیہ قتادہ وغیرہ سلف نے کہا کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے اہل حرم میں سے ایک رسول کے پیدا ہونے کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری دعا تو قبول ہو گئی لیکن اس دعا کے اثر کا ظہور آخری زمانہ میں ہو گا۔ اور سلف کے اس قول کی تائید عرباض بن ساریہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام احمد ابن ماجہ اور بیہقی نے سند معتبر سے روایۃ کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ حضرت آدم کے پیدا ہونے سے پہلے اگرچہ میرا نام لوح محفوظ میں خاتم النبیین لکھا ہوا تھا لیکن انبیا کے گروہ میں میرے نام کی شہرت پانے کی ابتدا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہی مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ نوشتۂ لوح محفوظ کے موافق حضرت ابراہیم کی دعا کے جواب میں پہلے پہل اللہ تعالےٰ نے نبی آخر الزمان کے پیدا ہونے کی بشارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دی اور پھر توراۃ اور انجیل کے نازل ہونے کے بعد یہ بشارت انبیاے بنی اسرائیل میں متواتر ہو گئی آیۃ میں کتاب کے معنے قرآن ہیں اور حکمت کے معنی سنت رسول کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا یہ ہے کہ وہ رسول ایسا ہو کہ کتاب و حکمت لوگوں کو سکھاوے اور یہ ظاہر بات ہے کہ رسول صلعم نے قرآن و سنت یہی دو چیزیں صحابہ کو سکھائی ہیں +

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِى
کون پسند نہ رکھے دین ابراہیم کا مگر جو بے وقوف ہوا اپنے جی سے ہمنے اُسکو خاص کیا دنیا میں اور وہ

الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ
آخرت میں نیک ہے جب کہا اُسکو اُسکے رب نے حکم بردار ہو بولا میں حکم میں آیا جہان کے صاحب کے یہی وصیت کر گیا ابراہیم

بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَـكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝
اپنے بیٹوں کو اور یعقوب اے بیٹو اللہ نے چن کر دیا ہے تمکو دین پھر نہ مریو تم مگر مسلمانی پر

سورۂ نحل میں آویگا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ جس کا مطلب یہ ہے کہ ملت ابراہیمی میں پوری توحید تھی اسلئے ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ اہل مکہ کا سا یا حال کے یہود و نصارا کا سا ہرگز نہیں تھا کیونکہ اہل مکہ تو صریح صریح بت پرست ہیں اور اہل کتاب نے بھی طرح طرح کی شرک اور بدعت کی باتیں نکال رکھی ہیں حالانکہ ابراہیم علیہ السلام

تو ابتدائے عمر سے شرک سے بیزار رہے اس شرک کی بیزاری کے سبب سے انہوں نے اپنے باپ اور قوم
کو چھوڑ دیا اور صاف کہدیا اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ ۝ جس کا پورا قصہ سورۂ انعام میں آویگا۔ غرض شرک میں
مبتلا ہو کر یہ لوگ اپنے آپ کو ملت ابراہیمی کا پیرو بتلاتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور
فرمایا کہ یہ لوگ ملت ابراہیمی پر تو کسی طرح نہیں ہوسکتے بلکہ یہ لوگ تو ملت ابراہیمی کے مخالف اور اس سے پھرے
ہوئے ہیں اور جس ملت کو یہ لوگ قابل پیروی جانتے ہیں اور جو اعمال ایسے کرتے ہیں جو اُسکے بالکل خلاف ہیں
تو یہ ان کی کم عقلی اور سخت بیوقوفی ہے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کے دین و دنیا میں عالی مرتبہ ہونے کا اور انکی
فرمانبرداری کا اور اخیر وقت اپنی اولاد کو توحید پر مرتے دم تک قایم رہنے کی جو وصیت کی تھی اس کا ذکر
فرمایا تاکہ ان لوگوں کو معلوم ہو جاوے کہ یہ لوگ حضرت ابراہیم کی فرمانبرداری اور وصیت کے مخالف ہیں۔

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ
کیا تم حاضر تھے جس وقت پہنچی یعقوب کو موت جب کہا اپنے بیٹوں کو تم کس کی بندگی کروگے میرے بعد بولے ہم بندگی کرینگے
اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ تِلْكَ اُمَّةٌ
تیرے رب کی اور تیرے باپ دادوں کے رب کی ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق وہی ایک رب ہے اور ہم اسی کے حکم پر ہیں وہ ایک جماعت تھی
قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝
گذر چکی ان کو ہے جو کما گئے تمہارا ہے جو تم کماؤگے تم سے پوچھ نہیں ان کے کام کی

اوپر کی آیۃ میں حضرت ابراہیم کی وصیت کا ذکر تھا اور اس آیۃ میں حضرت یعقوب نے اپنے آخری وقت پر اپنی اولاد
سے توحید پر رہنے کا اقرار جو بطور وصیت کے لیا تھا اور اس اقرار میں حضرت یعقوب کے چچا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام
کے اسی توحید پر قایم رہنے کا ذکر ہے جس سے اولاد یعقوب اور اولاد اسمٰعیل دونوں کو قایل کرنا مقصود ہے کہ
ان دونوں میں سے ایک بھی اپنے بڑوں کے طریقہ پر نہیں ہے اور جب تک یہ لوگ اپنے بڑوں کے طریقہ پر
نہ ہوں قیامت کے دن بڑوں کے نیک عمل ان کے کام نہیں آسکتے اس دن تو ہر ایک کو اپنے اپنے عمل کی جدا
جدا جوابدہی کرنی پڑے گی چنانچہ معاذ بن جبل سے ترمذی وغیرہ میں معتبر سند سے روایۃ ہے جسکا حاصل
یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ چار باتوں کی جوابدہی کے لئے ہر ایک شخص کو قیامت کے دن خدا تعالیٰ
کے روبرو ضرور کھڑا رہنا پڑیگا ایک تو یہ کہ نیک عمل دنیا میں کیا کیا دوسرے یہ عمر کن کن کاموں میں صرف کی
تیسرے جوانی میں کیا کیا چوتھے روپیہ پیسہ کس کس طریقہ سے کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا۔ یہود نے ایک
دن آنحضرت صلعم سے کہا تھا کہ یعقوب علیہ السلام نے ہم کو یہودیت پر قایم رہنے کی وصیت کی ہے اس پر
اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی اور آیۃ کے مضمون سے اہل مکہ اہل کتاب دونوں کو قایل کیا عرب میں چچا کو باپ کہنے
کا دستور ہے اس لئے حضرت یعقوب کی اولاد نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اپنا باپ کہا ✦

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا ۗ قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

کہتے ہیں ہو جاؤ یہود یا نصارے تو راہ پر آؤ تو کہہ نہیں ہم نے پکڑی ہے راہ ابراہیم کی جو ایک طرف کا تھا اور نہ تھا شریک

یہود اپنے دین کو راہ راست بتلاکر آنحضرت صلعم اور مسلمانوں سے کہتے تھے کہ ہمارے دین کو اختیار کرلو کہ دنیا میں نجات کا طریقہ ہے تو یہی ہے اسی طرح نصارا بھی کہتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی اور فرمایا انکو جواب دیا جاوے کہ ہم تو ملت ابراہیمی کے پیرو ہیں جس میں کسی طرح کے شرک کا لگاؤ نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ تم دونو فرقوں نے اپنے دین کو بگاڑ کر شرک کی دین کر رکھا ہے اس لئے تمہارا دین ابراہیمی ملت نہیں ہے ملت ابراہیمی تو حنیفی ہے جسکے معنے شرک کو چھوڑ کر توحید اور خالص اطاعت الٰہی کی طرف رجوع کرنے کے ہیں۔ بت پرستی سے بیزار ہو کر حضرت ابراہیم نے اپنے وطن کو باپ کو قوم کو سب کچھ چھوڑا اور انی وجهت وجهی للذی فطر السموٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین کہہ کر توحید اور خالص اطاعت الٰہی کو اختیار کیا اس لئے حضرت ابراہیم کو حنیف اور ملۃ ابراہیمی کو ملۃ حنیفی کہتے ہیں۔ پہلے صاحب شریعت نبی حضرت نوح ہیں اور خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلعم ہیں شریعت اعتقادی میں سب انبیا ایک ہیں شریعت اعتقادی کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک لہ جاننا اور اسکی ذات، صفات اور عبادت میں کسی کو اس اعتقاد کے موافق شریک نہ کرنا۔ ہاں ہر امت کے حال کے موافق شریعتِ علمی جس کے معنے طریقۂ عبادت کے ہیں وہ ہر نبی کا جدا ہے۔ سورۃ الشوریٰ میں اس شریعت اعتقادی اور شریعت عملی کا ذکر آئے گا۔ بخاری وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ہم سب انبیاء علاتی بھائی ہیں جسکا مطلب یہ ہے کہ ہم سب انبیاء کے اصول توحیدی ایک ہیں شریعت تفصیلی میں البتہ مختلف ہیں جس سے حلال و حرام وغیرہ امور تفصیلی ہر وقت کی مصلحت سے بدلتے رہتے ہیں۔ اصول توحیدی کبھی نہیں بدلے گئے اصول توحیدی وہی شریعت اعتقادی ہے جسکا ذکر اوپر گزرا۔ اور سورہ شوریٰ حٓمٓ عٓسٓقٓ میں تفصیل سے آوے گا۔

قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ

تم کہو ہمنے یقین کیا اللہ کو اور جو اترا ہمپر اور جو اترا ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب اور اسکی اولاد پر

وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ

اور جو ملا موسے کو اور عیسے کو اور جو ملا سب پیغمبروں کو اپنے رب سے ہم فرق نہیں کرتے ایک میں ان سب سے ہم اسی کے حکم پر ہیں

یہود و نصارے کے دین میں ایک یہ بھی عیب تھا اور اب بھی موجود ہے کہ وہ سب انبیا کو نہیں مانتے یہود حضرت عیسے علیہ السلام کے اور نبی آخر الزمان کے منکر ہیں نصارے نبی آخر الزمان کے منکر ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو فرمایا کہ تم پر جو قرآن اترا ہے اسپر ایمان لاکر عمل بھی اسکے موافق کرو اور اعتقاد میں سب انبیا کو حق پر جانو یہود اور نصارا کی طرح بعضے انبیا کو ماننا اور بعضے کو نہ ماننا کسی طرح ٹھیک نہیں ہے کیونکہ توحید ہر نبی کے دین میں ہے اس سبب سے ایک نبی کے انکار سے بھی توحید کا انکار لازم آجاتا ہے جو عین کفر کا عقیدہ ہے جس طرح بنی اسمٰعیل

میں قبائل ہیں اُسی طرح بنی اسرائیل میں بھی اسباط ہیں سوائے حضرت نوح ہود صالح شعیب لوط ابراہیم اسحٰق یعقوب اسمٰعیل اور محمد صلعم کے اور سب صاحب شریعت بنی اسباط بنی اسرائیل میں سے ہوئے ہیں +

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِىْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ
پھر اگر وہ بھی یقین لاویں جس طرح پر تم یقین لائے ہو تو راہ پاویں اور اگر پھر جاویں تو اب وہی ہیں ضد پر سو اب کفایت ہے

اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ؕ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۝
تیری طرف سے انکو اللہ اور وہی ہے سنتا جانتا ہم نے لیا رنگ اللہ کا اور کس کا رنگ ہے اللہ سے بہتر ہم اُسی کی بندگی پر ہیں

اوپر ملت ابراہیمی کا ذکر فرما کر اس آیۃ میں مسلمانوں کو یہ فہمایش ہے کہ اگر تمہاری طرح اہل کتاب بھی راہ راست پر آکر سب کتب آسمانی اور انبیا پر ایمان لاویں اور ملت ابراہیمی کے پورے پابند ہو جاویں تو جان لینا کہ اُنہوں نے ہدایت الٰہی کا راستہ پالیا اور اگر ایسا نہ ہو تو اُن کی ہٹ دھرمی ہے اور اس ہٹ دھرمی کے سبب سے وہ تم سے مخالفت کریں تو کچھ خوف نہ کرو تمہاری مدد کے لئے اللہ کافی ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے ان اہل کتاب میں سے کچھ تو قتل کئے گئے اور کچھ جلاوطن ہوئے اور بعضوں کو جزیہ دینا پڑا۔ نافع کہتے ہیں میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ شہادت کے وقت حضرت عثمان کا خون اسی آیت فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم پر گرا تھا حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ اللہ کے رنگ سے مراد اس آیۃ میں اللہ کا دین ہے اور معنی آیۃ کے یہ ہیں کہ نصاریٰ نے اگرچہ یہ طریقہ نکالا ہے کہ وہ جس کو عیسائی کرتے ہیں تو زرد رنگ میں اُس کو نہلاتے ہیں لیکن اے مسلمانوں تم کو اللہ کی توحید کا رنگ ہاتھ سے نہ دینا چاہئے کہ یہ اللہ کا رنگ ہے اور اللہ سے بہتر کسی کا رنگ نہیں ہے اور اہل کتاب سے کہدو کہ ہم تو ملت ابراہیمی کے موافق خاص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اس لئے ہمکو اُسیکا رنگ کافی ہے +

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِى اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۝ اَمْ
کہہ کیا اب تم جھگڑتے ہو ہم سے اللہ میں اور وہی ہے رب ہمارا اور رب تمہارا ہمکو ہے عمل ہمارا تمکو ہے عمل تمہارا ہم اُسی کے ہیں نرے کیا

تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ
تم کہتے ہو کہ ابراہیم اسمٰعیل اسحٰق یعقوب اور اُس کی اولاد یہود تھے یا نصاریٰ

قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا
کہہ تم کو خبر زیادہ ہے یا اللہ کو اور اُس سے زیادہ ظالم کون جسنے چھپائی گواہی جو تھی پاس اسکے اللہ سے اور اللہ بیخبر نہیں

تَعْمَلُوْنَ ۝ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝
تمہارے کام سے وہ ایک جماعت تھی گذر گئی اُن کا ہوا جو وہ کما گئے تمہارا ہے جو تم کماؤ گے تم سے پوچھ نہیں اُن کے کام کی

اہل کتاب کی اُس بات کے جواب میں یہ آیۃ نازل ہوئی ہے جو اُنہوں نے کہی تھی کہ کونوا ھودا او نصاریٰ مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم تم سب ایک خدا کے بندے اور فرمانبردار ہیں پھر تم جو اپنے آپ کو صاحب ہدایت

اور انھوں نکو گمراہ سمجھتے ہو اس کی دلیل تمہارے پاس کیا ہے رہی ہماری دلیل وہ خود تمہاری کتابیں ہیں جن میں یہ موجود ہے کہ نبی آخرالزمان کے پیدا ہونے اور نبی ہو جانے کے بعد اور کوئی دین قائم نہیں رہ سکتا اگرچہ جتنے اپنی کتابوں کی وہ آیتیں بدل ڈالی ہیں لیکن تمہارے علما میں سے عبداللہ بن سلام وغیرہ جو اسلام لے آئے ہیں وہ تم کو ہر وقت قائل کرتے ہیں اس پر بھی تمکو کچھ حجت ہے تو ہمارا کیا ہمارے آگے آویگا اور تمہارا تمہارے آگے مگر اتنی بات ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی خالص عبادت کرتے ہیں اور تم شرک کرتے ہو اور تم یہ جو کہتے ہو کہ ابراہیم اسمٰعیل اسحٰق و یعقوب تمہارے دین پر تھے یہ بالکل خدا تعالیٰ کے نزدیک غلط ہے جس کی تفصیل اوپر گذر چکی کہ یہ لوگ ملتہ ابراہیمی پر تھے اور خود تمہاری کتابوں میں بھی اس بات کی گواہی موجود ہے کہ یہ لوگ ملتہ ابراہیمی پر تھے اب تم جان بوجھ کر خدا تعالیٰ کے دین کی اس گواہی کو چھپاتے ہو یہ تمہاری بڑی بے انصافی ہے ہاں اب یہ تو بتاؤ کہ تم اہل کتاب ہو کر جس بات کی خبر خود خدا تعالیٰ نے جب دیدی ہے اسکو جھٹلاتے رہے ہو تو کیا تمہارا علم کچھ خدا سے بھی بڑھا ہوا ہے پھر یہ فرمایا کہ جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں اس کی اللہ کو سب خبر ہے وہ اس سے غافل نہیں ہے ایک دن اس کا مواخذہ ہونے والا ہے اور پھر دوبارہ اس بات کو یاد دلایا جو اوپر کی آیتوں میں فرمائی تھی کہ قیامت کے دن ہر ایک کے اعمال اس کے ساتھ ہونگے پچھلے لوگوں کے اعمال کے گھڑی گھڑی کے حوالہ سے ان کو کیا فائدہ ہے اور پھر وہ حوالہ بھی غلط جو ادر وبال کا سبب ہے۔ حضرت ابوہریرہ کی صحیح مسلم کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ خواہ یہودی ہو خواہ نصرانی جو کوئی نبی آخرالزمان کے زمانہ میں ہو گا اور نبی آخرالزمان پر ایمان نہ لاویگا اُسکا ٹھکانا دوزخ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی آخرالزمان کے نبی ہو جانے کے بعد اہل کتاب کو سوائے پیروی شریعت محمدی کے اور کچھ چارہ نہیں ہے۔ اس حدیث کی تائید سورۂ آل عمران کی آیۃ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وهو فی الاٰخرة من الخاسرین سے ہوتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مصلحت الٰہی کے موافق دین اسلام کے مقابلہ میں اور کوئی دین اس آخر زمانہ میں قابل قبول الٰہی نہیں ہے سب کو یہی دین اب اختیار کرنا چاہیے جو کوئی اس کے خلاف کرے گا وہ عقبےٰ میں نقصان اُٹھاوے گا کیونکہ عقبےٰ میں وہی شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو مرضی الٰہی کے موافق کام کرے حاکم کے خلاف مرضی اور خلاف قانون کوئی کام کرنا اُسی کا نام جرم ہے ✦

احسن التفاسیر

اِس تفسیر کی تفصیلی خوبیان تو ناظرین کو اِسکے ملاحظہ کے بعد معلوم ہونگی مگر مؤلف دام فیضہ نے جن اُصول پر اِس تفسیر کی تالیف کی ہو وہ حسب ذیل ہین (۱) جہان تک ہوسکا مختصر آیۃ کی تفسیر دوسری مفصل آیۃ سے کیگئی ہو (۲) جہان یہ امر ممکن نہ تھا وہان آیۃ کی تفسیر مرفوع صحیح حدیث سے کی گئی ہو (۳) جہان یہ بھی ممکن نہ تھا وہان اقوال صحابہ سے تفسیر کیگئی ہی کیونکہ تفسیر کے باب مین صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول مثل مرفوع حدیث کے ہی (۴) صحابہ کے اقوال مین جہان کہین اختلاف تھا وہان حضرت عبد اللہ بن عباس کے قول کو راجح قرار دیاگیا ہی کس لیئے کہ اِس فن کے وہ امام ہین (۵) تابعیون کے قول مین مجاہد کے قول کو اکثر راجح ٹھیرایا گیا ہی کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے شاگردون مین انکے قول کا بڑا اعتبار ہی (۶) صحیح روایتون مین جن آیتون کی شان نزول کا ذکر تھا وہ اچھی طرح بیان کردیاگیا ہے (۷) محکم متشابہ آیتون کی بحث واضح طور پر بیان کردی گئی ہی (۸) ناسخ منسوخ آیتوں کو خوب صاف کردیاگیا ہے (۹) ایک آیۃ سے دوسری آیۃ کی مناسبۃ حد صحیح تک بیان کردی گئی ہے (**آخری نوٹ**) اِس تفسیر کی عبارت عام فائدہ کی غرض سے بہت سلیس لکھی گئی ہے اور کسی مذہب کے تعصب کا دخل اِس تفسیر مین نہین رکھا گیا ہی + لکھائی چھپائی سب اعلےٰ۔ کاغذ ولایتی چکنا سفید پارہ وار ہر مہینے کے شروع میں شائع ہوگی قیمت فی پارہ ۸ ؍ علاوہ محصول ڈاک +

بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام عربی محشی

مصنفہ علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ جو متون حدیث میں ایک نہایت مشہور اور مفید متن ہے بڑی محنت اور جانفشانی سے مطبع فاروقی دہلی نے طبع کیا ہے اور کتاب کے چھپتے وقت اِن چند ضروری اور مفید باتوں کی رعایت کی گئی ہی جو کسی اہل مطبع نے اِسکے چھپتے وقت نہیں کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ کتاب کی تہذیب و تحشی ایسی خوبی و عمدگی کیساتھ کیگئی ہی کہ بیان سے باہر ہی۔ علامۂ زمن جناب مولانا مولوی حاجی سید احمد حسن صاحب اعلی تعلقدار حیدر آباد دکن و رئیس دہلی نے اسکی تحشی و تہذیب میں جو محنت اٹھائی ہی اُسکا اندازہ تو کتاب کے پڑھنے ہی سے ہوگا لیکن بمصداق ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ حواشی کی چند خوبیاں مختصر اً عرض کیجاتی ہیں (۱) جن کتابوں کی احادیث متن میں نقل کیگئی ہیں مولف نے اختصار کے خیال سے اُن سب کتابوں کا نام متن میں نہیں بتلایا تھا اِن حواشی میں حتی الامکان اُن کتب کا نام بتلا دیا گیا ہی تاکہ حدیث کی تخریج پوری ہوجائے (۲) بعض جگہ مولف نے مجمل طور پر کسی حدیث کا ضعف بتلایا تھا مگر ضعف کا سبب کچھ نہیں بتلایا تھا اِن حواشی میں ضعف کے سبب کی پوری تفصیل کردیگئی ہی (۳) کسی ضعیف حدیث کی تقویت جہان تک دوسری حدیث سے ممکن تھی کردیگئی ہی تاکہ صحت حدیث میں کوئی حالت منتظرہ باقی نہ رہے (۴) اختصار کے خیال سے مولف نے متن میں کسی حدیث کو ادھورا نقل کیا تھا اُسکو پورا کردیا گیا ہی (۵) جن دو حدیثوں میں جہاں تعارض تھا اُسکو اچھی طرح رفع کردیا گیا اور جمع بین الحدیثین کی وجہ بیان کردی گئی ہی (۶) مجتہدین مذاہب نے جس حدیث سے کچھ استدلال کیا تھا وہ بیان کردیا گیا ہی (۷) متن کی شروح بدر التمام۔ سبل السلام۔ فتح العلام کے علاوہ حدیث کی دوسری اور کتابوں سے مدد لیکر متن کو ایسا حل کردیا ہی کہ طلبہ کو متن کا مطلب سمجھنے میں بہت بڑی آسانی ہوگی (۸) متن کے تمام غریب لغات کو بھی اچھی طرح واضح کردیا گیا ہی (۹) جن کتب سے اخذ مطلب کیا گیا ہی حواشی کے ہر قول کے آخر پر اُن کتابوں کا نام لکھدیا گیا ہی تاکہ ضرورت کیوقت اصل کتاب سے بھی مطلب نکلوا (۱۰) چند اقوال میں جو قول راجح تھا وہ بھی حواشی میں بتا دیا گیا ہی تاکہ مسئلے کا قول راجح معلوم ہوسکے (۱۱) حواشی کے [illegible]

تمام درخواستیں بنام مولوی سید محمد معظم و سید عبد السلام تاجران کتب و مالک مطبع فاروقی دہلی بازار بلیماران ہونی چاہییں +